Muslims who believe in the Messiah,
Mirza Ghulam Ahmad Qadiani[as]

لِّيُخۡرِجَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ ؕ

القران الحکیم ۶۵:۱۲

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، ادبی، تعلیمی اور تربیتی مجلّہ

مسیح موعودؑ نمبر

اَلَيۡسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبۡدَهٗ

Subedar Abdul Ghafoor Khan Sahib with Hadhrat Khalifatul Masih II[ra] (Top)
and with Hadhrat Khalifatul Masih III[rh] (Bottom)

مارچ 2014

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، تعلیمی، تربیّتی اور ادبی مجلّہ

فہرس

اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ؕ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ۝ (سورۃ سبا:14)

اے آلِ داؤد! (اللہ کا) شکر بجالاتے ہوئے (شکر کے شایانِ شان) کام کرو۔اور تھوڑے ہیں میرے بندوں میں سے جو (درحقیقت) شکر ادا کرنے والے ہیں۔

وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ (سورۃ النحل:79)

اور اس نے تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل بنائے تاکہ تم شکر ادا کرو۔

{700 احکامِ خداوندی صفحہ 74}

نگران: ڈاکٹر احسان اللہ ظفر

امیر جماعت احمدیہ، یو۔ایس۔اے

مدیر اعلیٰ: ڈاکٹر نصیر احمد

مدیر: ڈاکٹر کریم اللہ زیروی

ادارتی مشیر: محمد ظفر اللہ ہنجرا

معاون: حسنیٰ مقبول احمد

لکھنے کا پتہ: karimzirvi@yahoo.com

OR

Editor Ahmadiyya Gazette
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905

قرآن کریم

وَ اِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ؕ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌO يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَO (سورة الصف:9,7)

اور (یاد کرو) جب عیسیٰ بن مریم نے اپنی قوم سے کہا کہ اے بنی اسرائیل! یقیناً میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں۔ اس کی تصدیق کرتے ہوئے آیا ہوں جو تورات میں سے میرے سامنے ہے اور ایک عظیم رسول کی خوشخبری دیتے ہوئے جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہوگا۔ پس جب وہ کھلے نشانوں کے ساتھ ان کے پاس آیا تو انہوں نے کہا یہ تو ایک کھلا کھلا جادو ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ وہ اپنے منہ کی پھونکوں سے اللہ کے نُور کو بجھا دیں حالانکہ اللہ ہر حال میں اپنا نُور پورا کرنے والا ہے خواہ کافر ناپسند کریں۔

تفسیر بیان فرمودہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام :

غضب کی بات ہے کہ اللہ جلّ شانہٗ تو اپنی پاک کلام میں حضرت مسیحؑ کی وفات ظاہر کرے اور یہ لوگ اب تک اس کو زندہ سمجھ کر ہزار ہا اور بیشمار فتنے اسلام کیلئے برپا کر دیں اور مسیحؑ کو آسمان کا حیّ وقیوم اور سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو زمین کا مُردہ ٹھہراویں حالانکہ مسیحؑ کی گواہی قرآن کریم میں اس طرح پر لکھی ہے کہ مُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ یعنی مَیں ایک رسول کی بشارت دیتا ہوں جو میرے بعد یعنی میرے مرنے کے بعد آئے گا اور نام اس کا احمدؐ ہوگا۔ پس اگر مسیحؑ اب تک اس عالمِ جسمانی سے گزر نہیں گیا تو اس سے لازم آتا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اب تک اس عالم میں تشریف فرما نہیں ہوئے کیونکہ نص اپنے کُھلے کُھلے الفاظ سے بتلا رہی ہے کہ جب مسیحؑ اس عالمِ جسمانی سے رخصت ہو جائے گا تب آنحضرت ﷺ اس عالمِ جسمانی میں تشریف لائیں گے وجہ یہ کہ آیت میں آنے کے مقابل پر جانا بیان کیا گیا ہے اور ضرور ہے کہ آنا اور جانا دونوں ایک ہی رنگ کے ہوں یعنی ایک اُس عالم کی طرف چلا گیا اور ایک اُس عالم کی طرف سے آیا۔ (آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ 42)

مُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ میں یہ اشارہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخر زمانہ میں ایک مظہر ظاہر ہوگا کہ گویا وہ اس کا ایک ہاتھ ہوگا جس کا نام آسمان پر احمد ہوگا اور وہ حضرت مسیحؑ کے رنگ میں جمالی طور پر دین کو پھیلائے گا۔ (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ 21 و اربعین نمبر 3 صفحہ 31)

آنحضرت ﷺ کے دو بعث ہیں۔۔۔ دوسرا بعث احمدی جو جمالی رنگ میں ہے جو ستارہ مُشتری کی تاثیر کے نیچے ہے جس کی نسبت بحوالہ انجیل قرآن شریف میں یہ آیت ہے مُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ۔

ناعاقبت اندیش نادان دوستوں نے خدا تعالیٰ کے اس سلسلہ کی قدر نہیں کی بلکہ یہ کوشش کرتے ہیں کہ یہ نور نہ چمکے۔ یہ اس کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں مگر وہ یاد رکھیں کہ خدا تعالیٰ وعدہ کر چکا ہے وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ۔ (الحکم جلد 6 نمبر 17 مورخہ 10 مئی 1902ء صفحہ 5)

(تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد چہارم صفحہ 351,349)

---- احادیثِ مبارکہ ----

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک دُعا میں نے رسول کریم ﷺ سے ایسی سیکھی جسے مَیں کبھی بھی پڑھنا نہیں بُھولتا جو یہ ہے:

☆ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ اُعْظِمُ شُکْرَکَ، وَاُکْثِرُ ذِکْرَکَ وَاَتَّبِعُ نُصْحَکَ وَاَحْفِظُ وَصِیَّتَکَ۔

(مسند احمد مطبوعہ بیروت جلد2صفحہ311)

اے اللہ! مجھے ایسا بنادے کہ تیرا بہت زیادہ شکر کرسکوں۔ اور بہت زیادہ تجھے یاد کروں اور تیری خیر خواہی کی باتوں کی پیروی کروں اور تیرے تاکیدی حکموں کی حفاظت (اپنے عمل سے) کرسکوں۔

....

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کے کاموں میں بدشگونی روک بن جائے اُس نے بھی شرک کیا۔ صحابہؓ نے عرض کیا اس کا ازالہ کیسے ہو؟ فرمایا یہ دُعا پڑھا کرو:

☆ اَللّٰھُمَّ لَاطَیْرَ اِلَّاطَیْرُکَ وَلَا خَیْرَ اِلَّا خَیْرُکَ وَلَآ اِلٰـهَ غَیْرُکَ۔

(مسند احمد مطبوعہ بیروت جلد2صفحہ220)

اے اللہ! کوئی بدشگونی (مؤثر) نہیں سوائے تیری تقدیر شرّ کے اور کوئی بھلائی نہیں ملتی سوائے تیری بھلائی کے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

....

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ یہ دُعا کیا کرتے تھے:

☆ اَللّٰھُمَّ زِدْنَا وَلَا تَنْقُصْنَا، وَاَکْرِمْنَا، وَلَا تُھِنَّا، وَاَعْطِنَا، وَلَا تَحْرِمْنَا، وَاٰثِرْنَا وَلَاتُؤْثِرْعَلَیْنَا وَاَرْضِنَا وَارْضَ عَنَّا۔

(ترمذی کتاب الدعوات)

اے اللہ! ہمیں زیادہ کر اور ہمیں کم نہ کر، اور ہمیں عزت دے اور رسوائی سے بچا اور ہمیں عطا کر اور محروم نہ رکھ اور ہم مومنوں کو ترجیح دے ہم پر کسی کو ترجیح نہ دینا اور ہمیں خوش رکھ اور تو خود بھی ہم سے راضی ہو جا۔

....

حضرت عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ یہ دُعا بالعموم پڑھتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْھُدٰی وَالتُّقٰی وَالْعَفَافَ وَالْغِنَا۔

(مسلم کتاب الذکر)

اے اللہ! مَیں تجھ سے ہدایت وتقویٰ کا طلبگار رہوں اور عفت اور غناء چاہتا ہوں۔

منظوم کلام امام الزمان

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

آسماں پر شور ہے پر کچھ نہیں تم کو خبر
دن تو روشن تھا مگر ہے بڑھ گئی گرد و غبار

اک نشاں ہے آنے والا آج سے کچھ دن کے بعد
جس سے گردش کھائیں گے دیہات وشہر ومرغزار

آئے گا قہرِ خُدا سے خلق پر اِک انقلاب
اک برہنہ سے نہ یہ ہوگا کہ تا باندھے اِزار

یک بیک اک زلزلہ سے سخت جنبش کھائیں گے
کیا بشر اور کیا شجر اور کیا حجر اور کیا بحار

اک جھپک میں یہ زمیں ہوجائے گی زیروزبر
نالیاں خُوں کی چلیں گی جیسے آبِ رودبار

رات جو رکھتے تھے پوشاکیں برنگِ یاسمن
صبح کر دے گی اُنہیں مثلِ درختانِ چنار

ہوش اُڑ جائیں گے انساں کے پرندوں کے حواس
بھولیں گے نغموں کو اپنے سب کبوتر اور ہزار

ہر مسافر پر وہ ساعت سخت ہے اور وہ گھڑی
راہ کو بُھولیں گے ہو کر مست و بیخود راہوار

خون سے مُردوں کے کوہستان کے آبِ رواں
سرخ ہوجائیں گے جیسے ہو شرابِ انجبار

مضمحل ہوجائیں گے اس خوف سے سب جنّ وانس
زارؔ بھی ہوگا تو ہوگا اُس گھڑی باحالِ زار

اک نمونہ قہر کا ہوگا وہ ربّانی نشاں
آسماں حملے کرے گا کھینچ کر اپنی کٹار

ہاں نہ کر جلدی سے انکار اے سفیہِ ناشناس
اس پہ ہے میری سچائی کا سبھی دارومدار

وحیِ حق کی بات ہے ہو کر رہے گی بے خطا
کچھ دنوں کر صبر ہو کر متقی اور بُردبار

یہ گماں مت کر کہ یہ سب بدگمانی ہے معاف
قرض ہے واپس ملے گا تجھ کو یہ سارا اُدھار

ارشاداتِ عالیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

''یہ نکتہ یاد رہے کہ آیت و آخرین منھم میں آخرین کا لفظ مفعول کے محل پر واقع ہے گویا تمام آیت اپنے الفاظ مقدرہ کے یوں ہے ھو الذی بعث فی الاُمّیین رسولًا منھم یتلوا علیھم ایٰتہ ویزکیھم و یعلمھم الکتاب والحکمة و یعلم الآخرین منھم لما یلحقوا بھم۔ یعنی ہمارے خالص اور کامل بندے بجز صحابہ رضی اللہ عنہم کے اور بھی ہیں جن کا گروہ کثیر آخری زمانہ میں پیدا ہوگا اور جیسی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس گروہ کی بھی باطنی طور پر تربیت فرمائیں گے یعنی وہ لوگ ایسے زمانہ میں آئیں گے کہ جس زمانہ میں ظاہری افادہ اور استفادہ کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا اور مذہب اسلام بہت سی غلطیوں اور بدعتوں سے پُر ہو جائے گا اور فقرا کے دلوں سے بھی باطنی روشنی جاتی رہے گی تب خدا تعالیٰ کسی نفس کو بغیر وسیلہ ظاہری سلسلوں اور طریقوں کے صرف نبی کریم کی روحانیت کی تربیت سے کمال روحانی تک پہنچا دے گا اور اس کو ایک گروہ بنائے گا اور وہ گروہ صحابہ کے گروہ سے نہایت شدید مشابہت پیدا کرے گا کیونکہ وہ تمام و کمال آنحضرت ﷺ کی ہی زراعت ہوگی اور آنحضرت ﷺ کا فیضان ان میں جاری و ساری ہوگا اور صحابہ سے وہ ملیں گے یعنی اپنے کمالات کے رُو سے اُن کے مشابہ ہو جائیں گے جو صحابہ کو حاصل ہوئے تھے اور بباعث تنہائی اور بے کسی اور پھر ثابت قدمی کے اسی طرح خدا تعالیٰ کے نزدیک صادق سمجھے جائیں گے کہ جس طرح صحابہ سمجھے گئے تھے کیونکہ یہ زمانہ بہت سی آفتوں اور فتنوں اور بے ایمانی کے پھیلنے کا زمانہ ہوگا اور راستبازوں کو وہی مشکلات پیش آجائیں گی جو صحابہ رضی اللہ عنہم کو پیش آئی تھیں اس لئے وہ ثابت قدمی دکھلانے کے بعد صحابہ کے مرتبہ پر شمار ہوں گے لیکن درمیانی زمانہ فیج اعوج ہے جس میں بباعث رعب اور شوکت سلاطین اسلام اور کثرت اسباب تنعم صحابہ کے قدم پر قدم رکھنے والے اور ان کے مراتب کو ظلی طور پر حاصل کرنے والے بہت ہی کم تھے مگر آخری زمانہ اول زمانہ کے مشابہ ہوگا کیونکہ اس زمانہ کے لوگوں پر غربت طاری ہو جائے گی اور بجز ایمانی قوت کے اور کوئی سہارا ابلاؤں کا مقابلہ پر ان کیلئے نہیں ہوگا سو ان کا ایمان خدا تعالیٰ کے نزدیک ایسا مضبوط اور ثابت ہوگا کہ اگر ایمان آسمان پر چلا جاتا تب بھی وہ اس کو زمین پر لے آتے یعنی ان پر زلزلے آئیں گے اور وہ آزمائے جائیں گے اور سخت فتنے ان کو گھیریں گے لیکن وہ ایسے ثابت قدم نکلیں گے کہ اگر ایمان افلاک پر بھی ہوتا تب بھی اس کو نہ چھوڑتے سو یہ تعریف کہ وہ ایمان کو آسمان پر سے بھی لے آتے اس بات کی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ وہ ایسے زمانہ میں آئیں گے کہ جب چاروں طرف بے ایمانی پھیلی ہوئی ہوگی اور خدا تعالیٰ کی سچی محبت دلوں سے نکل جائے گی مگر ان کا ایمان ان دلوں میں بڑے زور میں ہوگا اور خدا تعالیٰ کیلئے بلاکشی کی ان میں بہت قوت ہوگی اور صدق اور ثبات بے انتہا ہوگا۔ نہ کوئی خوف ان کے لئے مانع ہوگا اور نہ کوئی دنیوی اُمید ان کو سست کرے گی اور ایمانی قوت انہیں باتوں سے آزمائی جاتی ہے کہ ایسی آزمائشوں کے وقت اور بے ایمانی کے زمانہ میں ثابت نکلے۔ سو اس حدیث میں یہ اشارہ پایا جاتا ہے کہ اس گروہ کا اسی وقت میں آنا ضروری ہے جب کہ اس کی آزمائش کیلئے ایسے ایسے اسباب موجود ہوں اور دنیا حقیقی ایمان سے ایسی دور ہو کہ گویا خالی ہو۔ خلاصہ کلام یہ کہ اللہ جلّ شانہ ان کے حق میں فرماتا ہے کہ وہ آخری زمانہ میں آنے والے خالص اور کامل بندے ہوں گے جو اپنے کمال ایمان اور کمال اخلاص اور کمال صدق اور کمال استقامت اور کمال ثابت قدمی اور کمال معرفت اور کمال خدادانی کی رُو سے صحابہ کے ہمرنگ ہوں گے اور اس بات کو بخوبی یاد رکھنا چاہیئے کہ درحقیقت اس آیت میں آخری زمانہ کے کاملین کی طرف اشارہ ہے نہ کسی اور زمانہ کی طرف کیونکہ یہ تو آیت کے ظاہر الفاظ سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ کامل لوگ آخری زمانہ میں پیدا ہوں گے جیسا کہ آیت وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ (الجمعة: 4)۔ صاف بتلا رہی ہے اور زمانے تین ہیں ایک اول جو صحابہ کا زمانہ ہے اور ایک اوسط جو مسیح موعود اور صحابہ کے درمیان ہے اور ایک آخری زمانہ جو مسیح موعود کا زمانہ اور مصداق آیت و اٰخرین منھم کا ہے وہ وہی زمانہ ہے جس میں ہم ہیں۔۔۔''

(روحانی خزائن جلد 5 آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ 209-214)

خطبہ جمعہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خوبصورت چہرہ آج حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ اور کوئی نہیں جو دکھا سکے اور نہ کوئی ہے جو دکھا رہا ہے۔ اور یہی آپ کی جماعت کا کام ہے۔ پس اس طرف ہمیں توجہ کرنی چاہئے۔

آج بھی دنیا کے مختلف علاقوں میں اللہ تعالیٰ اسی طرح کے نظارے اپنے نیک فطرت اور سعید لوگوں کو دکھا رہا ہے اور اسی وجہ سے وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی غلامی میں، بیعت میں آ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی غلامی کو اختیار کر رہے ہیں۔

ہمارا بھی کام ہے کہ آج اور ہمیشہ اپنی زبان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے سے تَر رکھیں اور اس میں ترقی کرتے چلے جائیں۔ اسی طرح آپ کے اُسوہ پر عمل کرنے والے ہوں اور اس میں بھی ہمیشہ آگے بڑھتے چلے جانے والے ہوں۔

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 25 رجنوری 2013ء بمطابق 25 رصلح 1392 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح۔ لندن

أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ
أَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ إِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۵ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ○

اس زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور مقام کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

”خدا نے اپنے رسول نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اتمام حجت میں کسر نہیں رکھی۔ وہ ایک آفتاب کی طرح آیا اور ہر ایک پہلو سے اپنی روشنی ظاہر کی۔ پس جو شخص اس آفتابِ حقیقی سے منہ پھیرتا ہے اُس کی خیر نہیں۔ ہم اُس کو نیک نیت نہیں کہہ سکتے“۔ فرمایا: ”یاد رہے کہ توحید کی ماں نبی ہی ہوتا ہے جس سے توحید پیدا ہوتی ہے اور خدا کے وجود کا اس سے پتہ لگتا ہے“۔ فرمایا: ”اور خدا تعالیٰ سے زیادہ اتمامِ حجت کو کون جانتا ہے۔ اُس نے اپنے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سچائی ثابت کرنے کے لئے زمین و آسمان کو نشانوں سے بھر دیا ہے۔ اور اب اس زمانہ میں بھی خدا نے اس ناچیز خادم کو بھیج کر ہزار ہا نشان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کے لئے ظاہر فرمائے ہیں جو بارش کی طرح برس رہے ہیں۔ تو پھر اتمامِ حجت میں کونسی کسر باقی ہے“۔

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد22 صفحہ181-180)

گو یہ نشان مختلف صورتوں میں آج بھی ظاہر ہو رہے ہیں لیکن آخرین کی وہ جماعت جس نے براہِ راست حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فیض پایا، اللہ تعالیٰ نے اُن کی رہنمائی کی، اُن کو نشانات دکھائے، خوابوں کے ذریعہ سے اُن کو صحیح ہدایت کے رستے کی طرف ڈالا اور اُنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آنے کے لئے پھر ہر طرح کی قربانی بھی دی۔ اُن میں سے ایسے بھی تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے

عاشقِ صادق کو ایک جان ہونے کی صورت میں دکھایا۔ جیسا کہ مَیں نے سلسلہ شروع کیا ہوا ہے۔ آج بھی مَیں اُن لوگوں کی چند خوابیں پیش کروں گا جن کی مختلف رنگ میں اللہ تعالیٰ نے رہنمائی فرمائی اور پھر ایسے بھی ہیں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خوابوں میں دیکھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مسیح کے بارے میں بعض کو بتایا کہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کیا مقام تھا اور کس طرح یہ جری اللہ آیا جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو پھیلانے کے لئے اس زمانے میں کام کیا؟ اس کی بھی بعض مثالیں ہیں۔

حضرت مرزا محمد افضل صاحبؓ ولد مرزا محمد جلال الدین صاحب فرماتے ہیں۔ ان کا بیعت کا سن 1895ء ہے اور زیارت انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی 1904ء میں کی اور وہیں دستی بیعت کی۔ کہتے ہیں کہ غالباً 1876 عیسوی کے ادھر اُدھر میرے والد منشی محمد جلال الدین صاحب اول الاصحاب البدر۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جبکہ وہ نوشہرہ چھاؤنی میں تھے۔ (مسیح کے بارے میں یہ بھی آتا ہے کہ اُس کے تین سو تیرہ (313) اصحاب ہوں گے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مختلف جگہوں پر ''آئینہ کمالاتِ اسلام'' میں بھی اور ''انجامِ آتھم'' میں بھی 313 صحابہ کا ذکر کیا ہے جن کو حدیث کے مطابق بدر کے صحابہ کے نام سے موسوم کیا ہے، اُن میں مرزا محمد افضل صاحب کے والد یہ منشی جلال الدین صاحب بھی تھے۔ تو کہتے ہیں) جبکہ وہ نوشہرہ چھاؤنی میں تھے ایک مبشر خواب کی بناء پر جو متواتر تین روز دیکھا۔ مجھے (یعنی ان کو، مرزا افضل صاحب کو جو کہتے ہیں اُس وقت مَیں خورد سال ہی تھا، چھوٹا سا تھا) ایک دوست کے حوالے کر کے مہدی موعود کی تلاش میں رخصت لے کر نکلے۔ جہلم کے مقام پر اُنہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کسی کتاب کا اشتہار ملا۔ مطالعہ کیا اور منزلِ مقصود کی طرف روانہ ہوئے۔ قادیان ایک گمنام گاؤں تھا۔ پوچھ پوچھ کر وہ بٹالہ پہنچے مگر یہاں میاں صاحب بٹالہ کے ایماء پر (شاید وہاں کسی صاحب نے اُن کو روکا یا بددل کیا ہوگا، وہ واپس چلے گئے بہرحال) واپس چلے گئے۔ (فوج میں تھے) اور اس کے بعد کابل لڑائی پر چلے گئے۔ وہاں سے واپسی پر ایک نادم دل کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت صاحب نے دیکھتے ہی فرمایا کیا آپ وہی منشی جلال الدین صاحب ہیں جن کے کابل سے خط آتے تھے۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہ غیر مطبوعہ جلد 6 صفحہ 224 از روایات حضرت مرزا محمد افضل صاحبؓ)

(ان کو اللہ تعالیٰ نے کئی دفعہ رہنمائی فرمائی تھی لیکن پھر بھی کیونکہ مخالفین تو روڑے اٹکانے والے ہوتے ہیں۔ ان کو اُس وقت تو قبولیت کی توفیق نہیں ملی لیکن نیت سے جو نکلے تھے اور بہرحال سعادت تھی، تو اللہ تعالیٰ نے بعد میں موقع دیا)۔

حضرت محمد عبداللہ صاحبؓ جلد ساز ولد محمد اسماعیل صاحب جن کا بیعت کا سن مئی 1902ء ہے اور 1903ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کی۔ کہتے ہیں جو کچھ مجھے ملا ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ مَیں نے بچپن میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شبیہ مبارک رؤیا میں دیکھی تھی کہ مَیں اپنے آپ کو پرندوں کی طرح اُڑتا ہوا دیکھتا ہوں اور مشرق کی طرف اُڑ رہا ہوں اور آگے جا کر دیکھتا ہوں کہ ایک بزرگ ہیں جن کی داڑھی اور سر کے بال مہندی سے رنگے ہوئے ہیں۔ جب 1903ء میں حاضر ہوا وہ شکل جو بچپن میں مَیں نے اُڑتے ہوئے دیکھی تھی وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تھی۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہ غیر مطبوعہ جلد 6 صفحہ 241 از روایات حضرت محمد عبد اللہ صاحبؓ جلد ساز)

حضرت رحمت اللہ صاحبؓ جن کی بیعت بذریعہ خط 1901ء میں ہوئی، کہتے ہیں کہ ایک دفعہ جلسہ قریب آ گیا۔ خاکسار نے دعائے استخارہ کیا تو غنودگی میں چند مرتبہ زبان پر یہ الفاظ جاری ہوئے۔ ''بکوشید اے جواناں تا بہ دیں قوت شود پیدا'' (کہ اے جوانو! کوشش کرو کہ دین میں قوت پیدا ہو۔ یعنی خدمتِ دین کی طرف توجہ دو۔) کہتے ہیں کہ الحمد للہ! عاجز ہر جلسہ پر حضور کی موجودگی میں خدا کے فضل سے بمع احباب بنگہ حاضر ہوتا رہا۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہ غیر مطبوعہ جلد 2 صفحہ 36 از روایات حضرت رحمت اللہ صاحبؓ)

حضرت خانزادہ امیر اللہ خان صاحبؓ جن کی بیعت بذریعہ خط 1904ء کی اور زیارت 1905ء یا 1906ء کی تھی، کہتے ہیں خواب کی باتیں حضرت مسیح موعود سے جبکہ میں قادیان میں گیا نہ تھا، (کیا باتیں تھی) دن کے وقت میں نے خواب میں دیکھا کہ ہم تین احمدی ہیں۔ یہ عاجز، امیر اللہ احمدی اور بابو عالمگیر خان مرحوم، غیر مبائع دلاور خان (میرا خیال ہے غیر مبائع دلاور خان ہوں گے۔) جنوب کی قطار میں کھڑے ہیں۔ ہمارے سامنے حضرت مسیح موعود

علیہ السلام اور خلیفہ اوّل نور الدین علیہ الرحمۃ رُو بہ شمال کھڑے ہیں۔ مسیح علیہ السلام نے ہاتھ بڑھا کر میرے سینے کی طرف انگلی کر کے خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ ''یہ جنتی ہے''۔ پھر دوسرے احمدی کی طرف انگلی سے اشارہ کر کے ''یہ بھی''۔ تیسرے کی نسبت کچھ نہ کہا۔ چونکہ مسیح موعود کی طرف مَیں ٹکٹکی لگائے ہوئے تھا مَیں تمیز نہ کر سکا کہ ہر دو احمدیوں میں سے مسیح موعود کا اشارہ کس کو تھا۔ اس کے بعد نظارہ اچانک بدل گیا۔ دیکھتا ہوں کہ ہم چار احمدی ایک یہ راقم اور مولوی عطاء اللہ مرحوم، عالمگیر خان، غیر مبائع دلاور خان اکٹھے بیٹھے ہیں، جس طرح روٹی کھانے کے لئے بیٹھتے ہیں۔ ہم آپس میں کہتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے میں باز ہوں، کوئی کہتا ہے میں کاؤس ہوں، ایک کہتا ہے میں کبوتر ہوں، دوسرا کہتا ہے میں چکور ہوں۔ اتنے میں خلیفہ اول تشریف لائے۔ فرمایا تم اس کے لئے نہیں پیدا ہوئے کہ میں باز ہوں، کاؤس ہوں، کبوتر ہوں، چکور ہوں، کہو لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ تیسرے کلمہ پڑھنے پر (دو تین دفعہ کلمہ پڑھا) بیدار ہوا خواب سے۔ ظہر کا وقت تھا، ایک بالشت بھر سایہ دیوار کا تھا۔ جب اگلے سال میں قادیان گیا تو وہی حلیہ خواب میں مسیح کا اور خلیفہ اول کا پایا۔ الحمد للہ

دوسرا خواب کہتے ہیں کہ قادیان میں خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے خلافت کے زمانے میں بائیس دن زیر علاج خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ حکیم الامت، ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اور دو اور احمدی ڈاکٹروں سے میری تشخیص کروائی۔ (یہ ان کا علاج کر رہے تھے) اُنہوں نے آپریشن کا مشورہ دیا۔ میں خوش ہوا۔ رات کو مہمان خانے کے کمرے میں مسیح موعود علیہ السلام میرے سرہانے کھڑے فرما رہے تھے (رات کو خواب دیکھی) کہ آپریشن نہیں طاعون ہے اور تعبیر بھی مجھے سمجھایا گیا کہ طاعون بمعنی موت ہے۔ میں نے صبح خلیفہ اوّل کو خواب کا ذکر کیا۔ حضرت خلیفہ اول نے فرمایا۔ مسیح موعود درست فرماتے ہیں۔ آپریشن نہیں چاہئے۔

تیسری خواب بھی ایک بیان فرما رہے ہیں۔ کہتے ہیں اپنے گھر میں خواب میں دیکھا کہ میں نے دوسرے روز جلسہ سالانہ پر جانے کا ارادہ کیا تھا۔ مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ حامد علی کا بھی خیال رکھنا۔ چنانچہ میں نے جلسہ سالانہ قادیان پر جا کر ایک روپیہ حامد علی صاحب خادم مسیح موعود علیہ السلام کو دیا۔ (یہ حضرت مسیح موعود کی وفات کے بعد کا ذکر ہے) کہتے ہیں میں نے حامد علی صاحب خادم مسیح موعود کو لکھا کہ رؤیا میں مسیح موعود علیہ السلام نے مجھے حکم دیا ہے کہ حامد علی کا بھی خیال رکھنا۔ پس یہ ایک روپیہ آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ حامد علی صاحب روئے۔ (اس بات کو سن کر وہ روئے۔) کہنے لگے کہ انبیاء کیسے رحیم و کریم ہوتے ہیں۔ اپنے خادم کا بھی اُنہیں فکر ہے۔ پھر اپنے پیارے بیٹوں کا اُنہیں فکر نہ ہوگا جو لاہور میں ایک بے شرم اور اس کے ہم خیال مسیح علیہ السلام کے اہلِ بیت پر ناجائز حملے کرتے ہیں۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہ غیر مطبوعہ جلد 2صفحہ77تا 79 ۔ از روایات حضرت خان زادہ امیر اللہ خان صاحبؓ)

اُس وقت غیر مبائعین جو لاہور ہی چلے گئے تھے، اُن کا پھر خواب میں اُن کو (خیال) آیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کیا اپنے بیٹے کی فکر نہیں ہوگی؟ (حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی طرف اشارہ ہے۔ اس بات پر ان کو مزید یقین پیدا ہوا کیونکہ اُس زمانے میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خلافت پر کافی فتنہ تھا)۔

حضرت میاں میراں بخش صاحبؓ ٹیلر ماسٹر بیان کرتے ہیں۔ (1900ء کی ان کی بیعت ہے) کہ بیعت کی تحریک اس طرح پیدا ہوئی تھی کہ ہمارے بھائی غلام رسول صاحب ہم سے پہلے احمدی ہو چکے تھے مگر اَن پڑھ تھے۔ مَیں جب دوکان سے اپنے گھر کی طرف جاتا تھا تو راستے میں اُن سے ملا کرتا تھا۔ اُن کے ساتھ سلسلے کی باتیں بھی ہوتی تھیں۔ میں چونکہ مخالف تھا اس لئے اُن کو جھوٹا کہا کرتا تھا۔ لیکن جب گھر آ کر سوچتا تو نفس کہتا کہ گو یہ اَن پڑھ ہے مگر ان کی باتیں لاجواب ہیں۔ ایک دفعہ میرے بھائی نے مجھے کچھ ٹریکٹ دیئے جو مَیں نے پڑھے، اُن کا مجھ پر بہت گہرا اثر ہوا۔ اس پر مَیں نے خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا شروع کر دی۔ ایک رات خواب میں دیکھا کہ مَیں اپنی چارپائی سے اُٹھ کر پیشاب کرنے گیا ہوں مگر دیکھتا ہوں کہ کھڑکی کھلی ہے۔ مَیں حیران ہوا کہ آج یہ کھڑکی کیوں کھلی ہے۔ مَیں جب کھڑکی کی طرف گیا تو دیکھا کہ ایک بزرگ ہاتھ میں کتاب لئے پڑھ رہے ہیں۔ مَیں نے سوال کیا کہ یہ کونسی کتاب ہے جو آپ پڑھ رہے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ کتاب مرزا صاحب کی ہے اور ہم تمہارے لئے ہی لائے ہیں۔ جب انہوں نے کتاب دی تو مَیں نے کہا کہ یہ تو چھوٹی تختی کی کتاب ہے۔ مَیں نے اُن کے ٹریکٹ دیکھے ہیں وہ تو بڑی تختی کے ہوتے ہیں۔ وہ بزرگ بولے کہ مرزا صاحب نے یہ کتاب چھوٹی تختی کی چھپوائی

تھی۔اس پر میری آنکھ کھل گئی۔مَیں نے خیال کیا کہ شاید رات کومَیں دعا کر کے ان خیالات میں سویا تھا، یہ اُن کا ہی اثر ہوگا۔مگر جب مَیں ظہر کی نماز پڑھنے کے لئے اپنے گھر کی طرف آیا تو غلام رسول کی دوکان پر ایک شخص بیٹھا ہوا ایک کتاب پڑھ رہا تھا۔مَیں نے کہا یہ کونسی کتاب ہے جو پڑھ رہے ہو؟ میاں غلام رسول صاحب نے اُس کے ہاتھ سے کتاب لے کر میرے ہاتھ میں دے دی اور کہا کہ تم جو کتاب مانگتے تھے یہ کتاب آپ کے لئے ہی مَیں لایا ہوں، یہ آپ لے لیں۔ مَیں نے کتاب کو دیکھ کر کہا کہ یہ کتاب رات خواب میں مجھے مل چکی ہے۔اس پر مَیں نے ازالہ اوہام کے دونوں حصوں کو غور سے پڑھا اور اپنے دل سے سوال کیا کہ اب بھی تمہیں کوئی شک وشبہ باقی ہے۔میرے دل نے جواب دیا کہ اب کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہا۔اس لئے مَیں نے بیعت کا خط لکھ دیا۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ جلد 10 صفحہ 118-117 از روایات میاں میراں بخش صاحبؓ ٹیلر ماسٹر)

(یعنی چند گھنٹوں کے اندر اندر خواب پوری بھی ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو توفیق بھی دی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آ جائیں۔)

حضرت محمد فاضل صاحبؓ ولد نور محمد صاحب، 1899ء کی ان کی بیعت ہے، کہتے ہیں کہ ایک دن گھر میں تھا، مولوی شیخ محمد (ان کا کوئی مولوی تھا) غیر مقلد جو میرا سالا تھا، ملنے کے لئے آیا اور اُنہوں نے مجھے ایک رسالہ دیا جس کا نام شہادۃ القرآن علی نزول المسیح الموعود فی اٰخر الزمان تھا۔رات کا وقت تھا، مجھے شوق ہوا کہ کب دن ہو اور میں اُسے پڑھوں۔جب صبح ہوئی تو مَیں نے نماز سے فارغ ہو کر ایک علیحدہ کوٹھڑی میں چار پائی پر لیٹ کر رسالے کو پڑھنا شروع کیا تو کوئی تین صفحے پڑھے ہوں گے کہ مجھے غنودگی ہوگئی۔میں کیا دیکھتا ہوں کہ میرے سرہانے حضرت مسیح موعود علیہ السلام آ کر بیٹھ گئے ہیں اسی چار پائی پر اور اپنے دہنِ مبارک سے اپنا لعاب نکال کر میرے منہ میں ڈالتے ہیں اور اپنے ہاتھ سے ڈالتے ہیں تو میں اُس کو گھونٹ کی طرح نگل گیا۔اُس وقت مجھے اس طرح معلوم ہوا کہ میرے دل سے فوارے نکل رہے ہیں اور سرور سے سینہ بھر گیا۔پھر میں بیدار ہو گیا۔اس سے میرے دل میں یقین زیادہ ہو گیا اور محبت کی آگ بہت تیز ہو گئی۔اور میرے قلب میں اضطراب اور عشاقِ جہاں جاتا رہا، اضطراب جاتا رہا اور جب بھی میں اکیلا چلتا اکثر میری زبان پر یہ شعر جاری ہوتا۔

پھرتا ہوں تجھ بن صنم ہو کے دیوانہ ہوبہو

شہر بہ شہر دیہہ بہ دیہہ خانہ بہ خانہ کُو بہ کُو

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہ غیر مطبوعہ جلد 7 صفحہ 230-231 از روایات حضرت محمد فاضل صاحبؓ)

یہ کتاب ''شہادۃ القرآن'' جس کا یہ ذکر کر رہے ہیں۔، اُس میں کسی اعتراض کرنے والے نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر یہ اعتراض کیا تھا کہ حدیثوں سے کس طرح ثابت ہوتا ہے کہ آپ سچے ہیں۔حدیثیں تو بعض اس قابل بھی نہیں ہیں کہ اُن پر یقین کیا جائے۔تو اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کتاب لکھی تھی اور تمام شبہات دور فرمائے۔اُس شخص کی تو تسلی نہیں ہوئی لیکن بہر حال اُس کی اس کتاب سے بہتوں کا فائدہ ہو گیا۔

حضرت شیخ عطاء محمد صاحبؓ سابق پٹواری ونجواں بیان کرتے ہیں کہ خواب آیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بٹالہ کی سڑک پر ٹہلتے ہیں جو تحصیل کے محاذ میں ہے۔(یعنی سامنے ہے۔) حضور نے مجھ کو ایک روپیہ دیا اور ملکہ کی تصویر پر کراس لگا دیا، کانٹا پھیر دیا، خط کھینچ دیا اور فرمایا کہ اس کو خزانے میں دے آؤ۔ جب یہ خواب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سنائی گئی تو حضور نے فرمایا کہ ملکہ مسلمان نہیں ہوگی۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ رجسٹر 10 صفحہ 355 از روایات حضرت شیخ عطا محمد صاحبؓ سابق پٹواری ونجواں)

میاں عبدالعزیز صاحبؓ المعروف مغل صاحب روایت کرتے ہیں، (اُن کی بیعت 1892ء کی ہے) کہ چوہدری عبدالرحیم صاحب ابھی غیر احمدی ہی تھے کہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گھڑی مرمت کے لئے میرے پاس آئی ہے۔کہتے ہیں چنانچہ اتفاق سے مَیں نے (یعنی میاں مغل صاحب نے) یہ گھڑی اُن کو مرمت کے لئے دی۔(یہ وہ گھڑی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی گھڑی تھی اور حضرت اماں جان نے ان کو دی تھی۔جس شخص نے خواب دیکھی وہ غیر احمدی تھے۔اُس وقت احمدی نہیں ہوئے تھے، انہوں نے دیکھا کہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گھڑی اُن کے پاس مرمت کے لئے آئی ہے۔کچھ عرصہ کے بعد مغل صاحب نے ایک گھڑی مرمت کے لئے، ان صاحب کو دی جنہوں نے خواب دیکھی تھی۔جب انہوں نے وہ

گھڑی کھولی تو مرمت کرنے والے کہنے لگے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گھڑی ہے۔ بالکل وہی نقشہ ہے جو مجھے خواب میں دکھلایا گیا ہے۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ جلد 9صفحہ19از روایات حضرت میاں عبدالعزیز صاحبؓ المعروف مغل)

حضرت امیر خان صاحبؓ جن کی 1903ء کی بیعت ہے، فرماتے ہیں کہ 1902ء میں مَیں نے خواب کے اندر مسجد مبارک کو ایک گول قلعہ کی شکل میں دیکھا جس کے اندر بہت سی مخلوق تھی اور ہر ایک کے ہاتھ میں ایک ایک سرخ جھنڈی تھی۔ اور اُن میں سے ایک شخص جو سب سے بزرگ تھا، وہ اوپر کی منزل میں تھا۔ اُس کے ہاتھ میں ایک بہت بڑا سرخ جھنڈا تھا۔ کسی نے مجھے کہا کہ آپ جانتے ہیں یہ کون ہے؟ میں نے کہا میں تو نہیں جانتا۔ تب اُس نے کہا یہ تیرا کابل کا بھائی ہے۔ اس قلعہ کے برجوں میں ایسے سوراخ تھے کہ جن سے بیرونی دشمن پر بخوبی نشانہ لگ سکتا تھا مگر باہر والوں کا بوجہ اوٹ کے کوئی نشانہ نہیں لگ سکتا تھا اور قلعہ کے باہر گرد و غبار کا اس قدر دھواں تھا کہ مشکل سے آدمی پہچانا جاتا تھا۔ اور گدھوں، خچروں اور اونٹوں کی آوازوں کا اس قدر شور تھا کہ مارے دہشت کے دل بیٹھا جاتا تھا۔ جب میں قلعہ سے باہر نکلا (یہ خواب بیان فرمارہے ہیں) تو کیا دیکھتا ہوں کہ ہر طرف مُردے ہی مُردے پڑے ہیں جن کو اُٹھا اُٹھا کر قلعہ میں لایا جارہا ہے۔ جب میں قلعہ سے ذرا دور فاصلے پر چلا گیا اور شور وغل نے مجھے پریشان سا کر دیا تو مَیں گھبرا کر قلعہ کی طرف فوراً لوٹا اور قلعہ میں داخل ہونے کے لئے دروازے کی تلاش کرنے لگا مگر کوئی دروازہ نہ ملا۔ مَیں اسی تلاش میں تھا کہ اتنے میں مَیں نے ایک شخص مسکین صورت، نیک سیرت کو دیکھا۔ وہ بھی قلعہ کے اندر داخل ہونے کے لئے سعی کر رہا ہے مگر دروازہ اُسے بھی نہیں ملتا۔ ابھی ہم اسی جستجو میں تھے کہ ہمیں معلوم ہوا کہ قلعہ کے اوپر جو چبوترہ ہے اُس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فداہُ ابی واُمّی، جماعت نماز کرارہے ہیں (باجماعت نماز وہاں ہورہی ہے) یہ دیکھ کر ہم دونوں بے تاب اور بیقرار ہو گئے۔ اسی اضطراری حالت میں کہتے ہیں کہ مَیں نے دوسرے ساتھی کے گلے میں اپنے دونوں ہاتھ ڈال کر ''اَللّٰہ ھُو'' کا ذکر جس طریق سے کہ مجھے میرے پیر سید غلام شاہ صاحب نے بتلایا ہوا تھا، کرنا شروع کر دیا۔ جس کی برکت سے ہم دونوں پرواز میں آئے اور اُڑ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دائیں جانب پہلی صف میں جہاں کہ صرف دو آدمی کی جگہ خالی تھی کھڑے ہو کر سجدہ میں شامل ہو گئے اور سجدہ کے اندر میں اپنی اس خوش نصیبی کو محسوس کرتے ہوئے کہ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں جانب اور پہلی صف میں جگہ میسر آئی، اس قدر رقّت پیدا ہوئی اور اس زور سے اَللّٰہ ھُو کا ذکر جاری ہوا کہ جب مَیں اسی حالت میں بیدار ہوا تو سانس بہت ہی زور سے آ رہا تھا۔ اور آنکھوں سے آنسوؤں کا تار جاری تھا اور سانس اس قدر بلند تھا کہ اس سانس کو سن کر گھر والے بھی بیدار ہو گئے اور مجھے پوچھنے لگے۔ کیا ہوا؟ کیا ہوا؟ مگر چونکہ ابھی اَللّٰہ ھُو کا ذکر برابر جاری تھا اور سانس زور زور سے نکل رہا تھا، اس کی وجہ سے میں اُنہیں کوئی جواب نہیں دے سکا۔ اس لئے میں جوش کو فرو کرنے کے لئے اور پردہ پوشی کے لئے اندر سے صحن میں چلا گیا اور جب حالت درست ہوئی تو مَیں پھر اندر آیا اور چارپائی پر لیٹ گیا۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہ غیر مطبوعہ جلد 6 صفحہ 126-125 از روایات حضرت امیر خان صاحبؓ)

پھر آگے انہوں نے بیان فرمایا ہے کہ اس کا اثر ہوا اور کچھ عرصے کے بعد اُن کو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی توفیق بھی عطا فرمائی۔

حضرت میاں محمد ابراہیم صاحبؓ پیدائشی احمدی تھے، 1903ء میں ان کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی۔ کہتے ہیں مَیں نے سب سے پہلے حضرت اقدس کو اُس وقت دیکھا جب حضور جہلم تشریف لے جارہے تھے۔ واپسی پر بھی دیکھا تھا۔ پھر لاہور 1904ء میں، پھر 1905ء میں مَیں قادیان گیا۔ قادیان جانے سے پہلے مجھے ایک خواب آئی تھی جس کا مفہوم یہ تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ والد صاحب گھر سے باہر گئے ہوئے ہیں اور گھر میں صرف مَیں اور میری چھوٹی ہمشیرہ ہیں۔ دیکھا کہ دو آدمی دروازے پر آئے، دستک دی اور آواز دی۔ مَیں نے باہر نکل کر دروازہ کھولا۔ وہ دونوں میری درخواست پر اندر تشریف لے آئے۔ مَیں نے دیکھا کہ ہمارے گھر کے صحن میں ایک دری اور تین کرسیاں بچھی ہوئی ہیں۔ سامنے ایک میز بھی پڑی ہے۔ میں نے اُن (یعنی دو مہمان جو آئے تھے) کو کرسیوں پر بٹھا دیا۔ خواب میں چھوٹی ہمشیرہ کو کہا کہ اُن کے لئے چائے تیار کرو۔ وہ کوٹھے پر ایندھن لینے کے لئے گئی (اُس زمانے میں جو طریقہ تھا، گیس وغیرہ تو ہوتی نہیں تھی۔ لکڑیاں یا جو بھی جلانے کی

چیزیں اوپر پڑی ہوتی تھیں، وہ لینے گئی) تو سیڑھیوں میں ہی تھی کہ ایک سیاہ رنگ کا اچھے قد و قامت کا سانڈ اندر آیا اور اُن آدمیوں کو دیکھ کر فوراً واپس ہوگیا اور سیڑھیوں پر چڑھنے لگا۔ میں نے شور ڈال دیا کہ میری ہمشیرہ کو مار دے گا۔ شور سن کر پہلے سیاہ داڑھی والے مہمان اٹھنے لگے ہیں مگر سرخ داڑھی والے نے کہا کہ چونکہ یہ کام آپ نے میرے سپرد کیا ہوا ہے اس لئے یہ میرا کام ہے۔ چنانچہ وہ گئے۔ مَیں بھی پیچھے ہولیا۔ ہمشیرہ دیوار کے ساتھ لگ گئی۔ اُسے کچھ خراش لگی ہے مگر زخم نہیں لگا۔ ہم اوپر چلے گئے۔ سانڈ ہماری مغربی دیوار پر انجن کی شکل میں تبدیل ہوگیا (اُس کی شکل بدل گئی) اور دیوار پر آگے پیچھے چلنے لگا۔ جب دیوار کے آخری کونے پر پہنچا تو اس مہمان نے سوٹا مارا اور پیچھے کی طرف گر کر چور چور ہو گیا۔ ہم واپس آ گئے اور وہ مہمان پھر کرسی پر بیٹھ گئے اور چائے پی۔ مجھے بھی انہوں نے پلائی۔ چائے پینے کے بعد کچھ دیر وہ بیٹھے رہے، باتیں کرتے رہے۔ پھر کہنے لگے کہ برخوردار ہمیں دیر ہوگئی ہے، اجازت دو تا کہ ہم جائیں۔ میں نے عرض کیا کہ آپ مجھے بتائیں تو سہی کہ آپ کون ہیں؟ تا میں اپنے والد صاحب کو بتا سکوں۔ میری اس عرض پر وہ دونوں خفیف سے مسکرائے۔ کالی داڑھی والے نے کہا کہ میرا نام محمد ہے اور ان کا نام احمد ہے۔ میں نے یہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن پکڑ لیا اور عرض کیا کہ پھر مجھے کچھ بتائیں۔ انہوں نے عربی زبان میں ایک کلمہ کہا جو مجھے یاد نہ رہا مگر اُس کا مفہوم جو اُس وقت میرے ذہن میں تھا وہ یہ تھا کہ تیری زندگی کے تھوڑے دن بہت آرام سے گزریں گے۔ پھر مَیں نے مصافحہ کیا، انہوں نے کہا کہ اپنے باپ کو ہمارا السلام علیکم کہہ دینا۔ وہ باہر نکل گئے۔ میں نے اُن کو رخصت کیا۔ اُن کے جانے کے بعد خواب میں ہی کہتے ہیں کہ میرے والد صاحب آ گئے۔ (خواب ابھی چل رہی ہے) میں نے سارا قصہ سنایا۔ وہ فوراً باہر گئے۔ اتنے میں کہتے ہیں میری آنکھ کھل گئی جس کا باعث یہ ہوا کہ میرے باپ نے آواز دی کہ اُٹھو اور نماز پڑھو۔ میں نے اپنے والد صاحب کو یہ خواب سنائی۔ اُس دن جمعہ تھا۔ جمعہ کے وقت میں نے منشی احمد دین صاحب اپیل نویس کو وہ خواب سنائی۔ انہوں نے حضرت اقدس کی خدمت میں خود لکھ کر یا مجھ سے لکھوا کر بھیج دی۔ چند روز کے بعد کہا کہ حضرت صاحب نے لکھا ہے کہ جلسہ پر اس لڑکے کو ساتھ لے کر آؤ۔ چنانچہ جلسہ پر میں گیا۔ جب ہم مسجد مبارک میں گئے تو دو تین بزرگ بیٹھے تھے۔ ہم نے اُن سے مصافحہ کیا۔ اتنے میں حضرت اقدس تشریف لائے۔ ہم کھڑے ہوگئے۔ مصافحہ کیا۔ پھر حضور بیٹھ گئے۔ منشی احمد دین صاحب نے عرض کیا کہ حضور یہ وہ لڑکا ہے جس کو خواب آئی تھی۔ حضور نے مجھے اپنی گود میں بٹھا لیا اور فرمایا کہ وہ خواب سناؤ۔ چنانچہ میں نے وہ خواب سنائی۔ پھر اندر سے کھانا آیا۔ حضور نے کھایا اور دوستوں نے بھی کھایا۔ جب حضرت اقدسؑ کھانا کھا چکے تو تبرک ہمارے درمیان تقسیم فرما دیا۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ جلد 10 صفحہ 111 تا 113 از روایات حضرت میاں محمد ابراھیم صاحبؓ)

حضرت سید سیف اللہ شاہ صاحبؓ بیان کرتے ہیں۔ انہوں نے 1906ء میں بیعت اور 1908ء میں زیارت کی تھی۔ کہتے ہیں غالباً بارہ تیرہ سال کی عمر تھی کہ خواب میں اپنے آپ کو موضع یاڑی پورہ میں پایا۔ اُس وقت تک میں یاڑی پورہ سے نا آشنا تھا۔ (پتہ نہیں تھا کہ یاڑی پورہ کیا جگہ ہے)۔ کہتے ہیں دیکھا کہ ہزاروں لوگ جمع ہوگئے ہیں اور اس جگہ احمدیوں کی مسجد ہے۔ اُس جگہ ایک ٹیلہ جو قریباً چھ سات گز اونچا تھا نظر آیا۔ اور اُس پر ایک صاحب بیٹھے ہیں اور لوگ اُس ٹیلے کے نیچے سے اُن کی زیارت اور آداب کر کے گزرتے ہیں۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون صاحب ہیں؟ تو مجھے کہا گیا کہ یہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہاں بیٹھے ہوئے ہیں تو مَیں نے کمال مسرت سے بے تحاشا ٹیلے پر چڑھ کر اور اُن کے سامنے کھڑا ہو کر السلام علیکم عرض کیا اور حضور نے وعلیکم السلام فرمایا اور میں نزدیک ہو کر اُن کے سامنے بیٹھ گیا تو یک لخت میرے دل میں وہی ہمیشہ کی آرزو یاد آ گئی تو میں نے دل میں کہا کہ اب ان سے بڑھ کر مجھے اور کس پیر یا رہبر کی ضرورت ہے۔ میں انہی سے بیعت کروں گا۔ مَیں نے عرض کی کہ یا حضرت مَیں بیعت کرنا چاہتا ہوں تو حضور نے فرمایا اچھا ہاتھ نکالو۔ تو مَیں نے ہاتھ نکالا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے داہنے ہاتھ کو اپنے داہنے دستِ مبارک میں پکڑا اور فرمایا کہ کہو، اَللّٰہُ رَبِّیْ۔ تو مَیں نے اَللّٰہُ رَبِّیْ کہا۔ اتنے میں مَیں بیدار ہوگیا۔ بیدار ہونے پر مجھے نہایت افسوس ہوا کہ مَیں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کر رہا تھا مگر افسوس کہ جلدی بیدار ہوگیا۔ وہ مقدس صورت ہمیشہ میرے سامنے آ جاتی تھی اور رُخِ منوّر کا عکس میرے لوحِ دل سے کبھی محو نہ ہوتا تھا۔ گویا میرے دل پر وہ نقشہ جم گیا تھا۔ آگے لکھتے ہیں کہ اس رؤیا کی تعبیر آگے کھل جائے گی۔ پھر بڑا لمبا عرصہ گزر گیا۔ (اس عرصے کے مختلف

حالات انہوں نے بیان کئے ہیں) کہتے ہیں آخر ان کو قادیان جانے کا موقع ملا۔ وہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیدار ہوا تو کہتے ہیں کہ جب میری نظر چہرہ مبارک پر پڑی تو مجھے وہی خواب والا نقشہ یاد آیا۔ یعنی ہو بہو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وہی صورت دیکھی جو مَیں نے خواب مذکور میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دیکھی تھی۔ ایک سرِ مُو تفاوت نہ تھی۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہ غیر مطبوعہ جلد3 صفحہ 42-41و46-45۔ از روایات حضرت سید سیف اللہ شاہ صاحبؓ)

حضرت چوہدری غلام احمد خان صاحبؓ بیان کرتے ہیں۔ مئی 1908ء میں انہوں نے زیارت کی تھی لیکن بیعت نہیں کی تھی۔ 1909ء میں انہوں نے خلیفہ اوّل کی بیعت کی۔ کہتے ہیں کہ 1905ء کے موسمِ سرما کا ذکر ہے جبکہ مَیں آٹھویں جماعت میونسپل بورڈ سکول راہواں ضلع جالندھر میں تعلیم پاتا تھا کہ ایک شب میں نے رؤیا دیکھا کہ میں اور ایک اور لڑکا مسمّی عبداللہ قوم جٹ جو کہ میرا ہم جماعت تھا، کھیل کود یعنی ورزش کے میدان سے اپنی جائے رہائش (بورڈنگ ہاؤس اہلِ اسلام جو کہ شہر میں بڑے بازار کے نزدیک ہوا کرتا تھا) کو آ رہے تھے۔ چونکہ وہ میدان شہر کی جانبِ شمال واقع ہے اس لئے ہم شہر میں شمالی سمت سے داخل ہونے والے تھے کہ وہاں ایک گلی میں آنحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دکھائی دیئے۔ حضور کا رُخ شہر کی طرف تھا۔ اس واسطے میں شہر کی طرف پیٹھ کرتا ہوا اور اپنا رُخ جانبِ شمال کرتا ہوا حضور کی طرف بڑھا اور السلام علیکم کہا اور دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا۔ حضور کے سر پر سفید پگڑی نہایت سادگی سے بندھی ہوئی تھی۔ کالا لمبا چوغہ اور سفید پاجامہ زیب تن تھا۔ گندمی رنگ تھا، بال سیدھے تھے، آنکھیں ٹوپی دار تھیں۔ پیشانی فراخ اور اونچی تھی، بڑھی ہوئی اونچی ناک تھی۔ ریشِ مبارک کے بال سیدھے اور لمبے اور سیاہ تھے۔ چہرے پر کوئی شکن نہیں تھا بلکہ خوبصورت نورانی اور چمکدار تھا۔ قد درمیانہ تھا۔ خواب میں حضور سرورِ کائنات سے ملاقات کر کے دل میں لذت اور سرور حاصل ہوتا تھا اور دل نہایت خوش وخرم تھا۔ یہاں تک کہ بیداری پر بھی وہی لذت اور سرور موجود تھا۔ خواب کا دل پر ایسا گہرا نقش ہوا کہ میں آج یہ سطور لکھتا ہوا بھی اس پاک نظارے سے محظوظ اور مسرور ہو رہا ہوں اور اس کا دل سے مٹنا ممکن نہیں۔ تبلیغ احمدیت تو مجھے ہو چکی تھی (تبلیغ ان کو ہو چکی تھی لیکن احمدی نہیں تھے) کہتے ہیں تبلیغ احمدیت تو مجھے ہو چکی تھی اور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لا چکا تھا اور بعض ابتلاؤں میں بھی اس ایمان پر قائم رہ چکا تھا (یہ بیعت کر چکے تھے) مگر بعد ازاں بعض وجوہات سے پھر مخالف ہو گیا۔ (پہلے انہوں نے بیعت کی لیکن پھر بعد میں بیعت سے ارتداد اختیار کر لیا۔ کہتے ہیں مَیں مخالف ہو گیا) حتّٰی کہ اس خواب سے اڑھائی سال بعد جب مَیں نے حضرت مسیح موعود کو بتاریخ 18 رمئی 1908ء لاہور میں پہلی دفعہ دیکھا تو مجھے فوراً مذکورہ بالا خواب یاد آ گیا، کیونکہ خواب میں جس شخص کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھا تھا بعینہٖ وہی شخص حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نظر آ رہا تھا۔ دونوں کا حلیہ اور لباس ہو بہو ملتا تھا۔ سرِ مُو کے برابر فرق نہ تھا۔ وہی تمام جسم، وہی گندمی رنگ، وہی سیدھے بال، وہی پگڑی اور اُس کی وہی بندش اور وہی کالا لمبا چوغہ اور وہی سفید پاجامہ، غرضیکہ ہو بہو وہی شخص تھا جس کو مَیں نے خواب میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھا تھا۔ البتہ میرے ہم جماعت عبداللہ کے بجائے میرے ہمراہ چوہدری عبدالحیٔ خان صاحب احمدی کاٹھگڑھی جو کہ اب پنشنر پوسٹ ماسٹر ہیں، تھے۔ اور دراصل عبدالحیٔ، عبداللہ ہی تھا جس نے مجھے اُس وقت اشارہ کیا کہ مصافحہ کرلو۔ چنانچہ میں نے اُن کے ارشاد پر حضرت مسیح موعود کو السلام علیکم عرض کیا اور جواب میں وعلیکم السلام سنا کیونکہ میرے اور حضرت مسیح موعود کے درمیان چند آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ اس واسطے جب مَیں نے کھڑے ہو کر حضور سے مصافحہ کے واسطے ہاتھ آگے بڑھایا اور حضور تک میرے ہاتھ پہنچ نہ سکے تو کہتے ہیں پھر آپ نے، حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے زانوؤں کے بل کھڑے ہو کر اس عاجز کو مصافحہ بخشا۔ السلام علیکم اور وعلیکم السلام کا تبادلہ مصافحہ کے وقت ہی ہوا تھا۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہ غیر مطبوعہ جلد 2 صفحہ 113 تا 115۔ از روایات حضرت چوھدری غلام احمد خاں صاحبؓ)

میاں عبدالعزیز صاحبؓ المعروف مغل صاحب فرماتے ہیں۔ مرزا ایوب بیگ صاحب صبح کو میرے پاس آئے۔ آواز دی، عبدالعزیز! عبدالعزیز! میں نیچے آیا۔ کہنے لگے میری خواب سنیں۔ اس لئے سنانے آیا ہوں کہ مَیں صبح کی نماز پڑھ رہا تھا کہ میری حالت بدل گئی۔ میں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بڑی تیزی سے تشریف لا رہے ہیں اور میرے پاس آ کر کھڑے ہو گئے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ کہاں تشریف لے چلے ہیں۔ فرمایا

مرزا غلام احمد کی حفاظت کے لئے قادیان چلا ہوں۔ اس کے بعد ایوب بیگ نے کہا کہ خدا معلوم آج قادیان میں کیا ہے؟ شام کو خبر پہنچی کہ حضرت صاحب کے گھر کی تلاشی ہوئی ہے، لیکھرام کے قتل کے سلسلے میں (جو تلاشی تھی اُس کے لئے پولیس وغیرہ آئی تھی۔ وہ تلاشی تھی)۔ ان لوگوں کو نہیں پتہ تھا۔ خواب میں اللہ تعالیٰ نے پہلے بتا دیا۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ جلد 9 صفحہ 21-20 از روایات حضرت میاں عبدالعزیز صاحبؓ المعروف مغل)

یہی روایت حضرت سید محمد شاہ صاحبؓ بھی بیان کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ جن دنوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مکان کی تلاشی لیکھرام کے قتل کے سلسلہ میں ہوئی۔ ہم ایک دن یہاں لاہور میں لنگے منڈی والی مسجد میں مرزا ایوب بیگ کے پیچھے صبح کی نماز پڑھ رہے تھے۔ مرزا صاحب مرحوم کی عمر اُس وقت سترہ اٹھارہ سال کی تھی، (بڑے نیک نوجوان تھے۔ مرزا ایوب بیگ کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی بڑی تعریف فرمائی ہوئی ہے) سلام پھرنے کے بعد انہوں نے بیان کیا کہ میں نے سجدے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے۔ آپ فوجی لباس میں ہیں۔ ہاتھ میں تلوار ہے اور بھاگے بھاگے جا رہے ہیں۔ میں نے عرض کی کہ حضور کیا بات ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ مرزا غلام احمد کی آج تلاشی ہونی ہے۔ مَیں قادیان اُن کی حفاظت کے لئے جا رہا ہوں۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ جلد 9 صفحہ 242 از روایات حضرت سید محمد شاہ صاحبؓ)

حضرت امیر خان صاحبؓ فرماتے ہیں کہ 31 جنوری 1915ء کو مَیں نے خواب میں بادشاہوں کو احمدیوں سے مخاطب ہو کر کہتے سنا کہ اب ہم بادشاہی نہیں کر سکتے اور بادشاہی احمدیوں کو دیتے ہیں۔ مگر احمدیوں کو چاہئے کہ بذریعہ تبلیغ کے پہلے عوام الناس کو اپنا ہم خیال بنا لیں۔ پھر یہ کام آسانی ہو سکے گا۔ اور پھر مَیں نے اسی بنا پر (کہتے ہیں مَیں نے) خواب میں ہی ایک ہندوؤں کے گاؤں جا کر تبلیغ کی اور اوتاروں کے حالات اور نزول عذاب کے اسباب بیان کئے اور تمثیلاً کہا کہ دیکھو کرشن علیہ السلام کے وقت میں کیسی خطرناک جنگ ہوئی تھی اور عذاب آیا تھا۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہ غیر مطبوعہ جلد 6 صفحہ 150 از روایات حضرت امیر خان صاحبؓ)

پس یہ جو بات ہے یہ آج بھی قائم ہے کہ حکومتیں ملنی ہیں۔ تبلیغ کے ذریعہ سے اور دعاؤں کے ذریعہ سے فتوحات ہونی ہیں۔

حضرت ڈاکٹر محمد طفیل خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت 1896ء کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ جنگِ مقدس کے بعد (جو عیسائی سے جنگ تھی اور debate ہوئی تھی) جو بمقام امرتسر مسیح صاحبان اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے درمیان تحریری مباحثات کے رنگ میں واقعہ ہوا تھا۔ میرے والد مکرم کے پاس ایک جمگھٹا رہنے لگا اور روزمرہ اس کے متعلق گفتگو ہوتی رہتی۔ اس مباحثے کے اختتام پر حضور نے عبداللہ آتھم کے متعلق ایک پیشگوئی فرمائی تھی۔ جب اس پیشگوئی کی مقررہ میعاد میں صرف دو تین روز باقی رہ گئے تو مخالفین نے کہنا شروع کیا کہ یہ سب ڈھکوسلے ہیں۔ بھلا کس طرح ہو سکتا ہے کہ ڈپٹی آتھم ایسا صاحبِ اختیار آدمی جو اپنی حفاظت کے لئے ہر قسم کے ضروری سامان نہایت آسانی سے مہیا کر سکتا ہے اور پولیس کا ایک دستہ اپنے پہرے کے لئے مقرر کرا سکتا ہے، کسی کی سازش کا نشانہ بن سکے۔ میرے والد صاحب کو یہ باتیں سخت ناگوار گزرتی تھیں اور اُن لوگوں کے طنزیہ فقروں کے جواب میں وہ کہہ اُٹھتے کہ میعادِ پیشگوئی کے پورا ہو جانے سے پہلے کوئی رائے زنی کرنا سخت بیبا کی ہے۔ ہمارا یقین ہے کہ اُس دن آفتاب غروب نہ ہوگا جبتک کہ اسلامی فتح کے نشان میں یہ پیشگوئی اپنے اصلی روپ میں پوری نہ ہو لے گی۔ ایک دن باقی رہ گیا پھر خبر آئی کہ ابھی آتھم زندہ ہے۔ کہتے ہیں میرے والد صاحب کی بے چینی اس خبر کو سن کر بہت ترقی کر گئی۔ (بہت بڑھ گئی) وہ برداشت نہ کر سکتے تھے کہ جو پیشگوئی اسلامی فتح کے نشان کے طور پر کی گئی ہے وہ پوری ہونے سے قاصر رہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اعداء خوش تھے لیکن میرے والد صاحب کے دل پر غم کا ایک پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا۔ اور وہ دعاؤں میں لگ گئے۔ اُسی رات خدائے کریم وحکیم نے خواب میں اُن کو ایک نظارہ دکھلایا۔ وہ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شکل ہے جو انسانی وجود معلوم ہوتا ہے۔ اُس کے منہ پر بالخصوص اور باقی سارے جسم پر بالعموم کثرت کے ساتھ گھاس پھوس اور گرد و غبار پڑا ہوا ہے، اُس کا چہرہ بالکل نظر نہیں آتا۔ اور باقی جسم سے بھی اُس کی شناخت ناممکن ہو رہی ہے۔ ایک اور شخص ہے جس کی پیٹھ میرے والد صاحب کی طرف کو ہے لیکن اُس کا منہ اس گرد و غبار سے ڈھکے ہوئے وجود کی طرف ہے۔ وہ نہایت احتیاط اور محنت اور محبت کے

ساتھ ایک ایک کر کے اُس دوسرے شخص کے وجود پر سے تنکے اپنے ہاتھوں سے چُن چُن کر اُتار رہا ہے۔ کچھ وقت کے بعد وہ تمام تنکوں کو اُٹھا کر پھینک دیتا ہے۔ اور گرد و غبار سے اُس کے جسم کو صاف کر دیتا ہے۔ اور جونہی کہ وہ تنکے وغیرہ سب اُتر کر گر جاتے ہیں۔ اُن کے نیچے سے آفتاب کی طرح ایک ایسا روشن چہرہ نکلتا ہے جس کو دیکھنے کی آنکھیں تاب نہیں لاسکتیں۔ اُسی وقت خواب میں ہی تفہیم ہوتی ہے کہ یہ مقدس انسان جس کے جسمِ مطہر سے تنکے دور کیے گئے ہیں، وہ سیدنا حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور تنکوں کو دور کرنے والے صاحب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہیں۔ رات کو یہ نظارہ دیکھا۔ صبح ہوتے ہی معاندینِ سلسلہ اکٹھے ہو کر پھر آئے اور کہنے لگے کہ دیکھئے صاحب، یہ کل آپ کیا کہہ رہے تھے۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ آتھم ابھی زندہ ہے، مرا نہیں اور آپ کے مرزا کی پیشگوئی غلط ثابت ہوئی۔ میرے والد صاحب نے کہا کہ تم کو جو خبر ملی ہے وہ غلط ہے۔ آتھم یقیناً زندہ نہیں ہوگا اور اگر وہ زندہ ہے تو وہ اپنے رشتہ داروں اور اپنے دینی بھائیوں کے لئے ضرور مر چکا ہے۔ اُس نے ان باتوں سے اگر توبہ نہیں کی تھی تو بہر حال دوبارہ اُس کا اظہار نہیں کیا۔ جب تک تمام باتوں کی حقیقت نہ کھل جائے اپنے شکوک و ابہامات کو خدا کے حوالے کریں۔ رات جو میں نے نظارہ دیکھا ہے اگر تم بھی وہ دیکھ لیتے تو پھر تمہیں پتہ لگتا کہ یہ شخص جس کے خلاف تم لوگ زہر اُگل رہے ہو کس پایہ کا انسان ہے۔ مَیں نے تو جب سے وہ خواب کا نظارہ دیکھا ہے اس سے میری طبیعت پر یہ اثر ہے کہ بہر حال یہ نشان اس طرز سے پورا ہو کر رہے گا کہ دنیا کو اپنی شوکت دکھا کر رہے گا۔ پھر اَور بھی سینکڑوں ہزاروں نشان سیدنا حضرت مرزا صاحب کے وجود سے ظاہر ہوں گے جو دشمنانِ اسلام کی پیدا کردہ تمام روکوں کو توڑ کر رکھ دیں گے۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ رجسٹر نمبر 11 صفحہ156-156الف ۔ از روایات حضرت ڈاکٹر محمد طفیل خان صاحبؓ)

پس اسلام کی جو خوبصورت تعلیم ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح چہرہ دکھانا اور آپ پر لگائے تمام الزامات کو دور کرنا یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہی کام تھا۔ اب یہ دیکھیں کہ یہ مقابلہ جو عبداللہ آتھم کے ساتھ تھا اُس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کا دفاع کر رہے تھے اور بعض مسلمان کہلانے والے بلکہ اُن کے علماء بھی دوسروں کا ساتھ دے رہے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسلام کی سچائی ظاہر کرنا چاہتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خوبصورت چہرہ دکھانا چاہتے ہیں اور یہ لوگ آپ کی مخالفت کر رہے تھے۔

اب آج یہ لوگ بڑے جلوس نکال رہے ہیں۔ میلادِ نبی کی خوشیاں منا رہے ہیں تو حقیقی خوشی جشن منانے میں تو نہیں ہے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو دنیا میں پھیلانے میں، آپ کی خوبصورت تعلیم کو دنیا کے ہر فرد تک پہنچانے میں ہے۔ آپؐ پر درود بھیجنے میں ہے۔ پہلے میں نے ایک حوالہ پڑھا تھا کہ دین میں قوت پیدا کرو۔ تو یہ دین میں قوت پیدا کرنا آج ہر مسلمان کا کام ہے اگر حقیقی مسلمان ہے۔ اور وہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عاشقِ صادق کے ساتھ جڑ کر ہی ہو سکتا ہے۔ آتھم کی بھی موت کچھ عرصہ تک تو ٹل گئی تھی لیکن چھ سات مہینے بعد، کیونکہ اُس نے ایک طرح کی توبہ کی تھی، اور اُن الفاظ کو دہرانے سے پرہیز کیا تھا، احتراز کیا تھا تو چند مہینہ کے بعد پھر وہ موت واقع ہو گئی۔ تو یہی پیشگوئی تھی کہ اگرچہ کچھ دیر کے لئے موت ٹل تو سکتی ہے لیکن یہ واقعہ ضرور ہوگا۔ اور وہ ہوا۔ اور جیسا کہ میں نے کہا، ایک خواب سنائی تھی کہ حکومتیں اگر حاصل کرنی ہیں، دنیا پر غلبہ حاصل کرنا ہے تو تبلیغ کے ذریعہ سے ہوگا، اس طرف بھی کوشش کرنے کی ضرورت ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خوبصورت چہرہ آج حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ اور کوئی نہیں جو دکھا سکے اور نہ کوئی ہے جو دکھا رہا ہے۔ اور یہی آپ کی جماعت کا کام ہے۔ پس اس طرف ہمیں توجہ کرنی چاہئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''مَیں ہمیشہ تعجب کی نگہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے''، صلی اللہ علیہ وسلم'' (ہزار ہزار درود اور سلام اُس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اُس کے عالی مقام کا انتہاء معلوم نہیں ہو سکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اُس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دُنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اُس کو دُنیا میں لایا۔ اُس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی۔ اِس لئے خدا نے جو اُس کے دل کے راز

کا واقف تھا اُس کو تمام انبیاء اور تمام اوّلین اور آخرین پر فضیلت بخشی اور اُس کی مُرادیں اُس کی زندگی میں اُس کو دیں۔ وہی ہے جو سر چشمہ ہر ایک فیض کا ہے اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اُس کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے۔ وہ انسان نہیں ہے بلکہ ذُرّیتِ شیطان ہے کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کُنجی اُس کو دی گئی ہے'' (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو)۔ ''اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اُس کو عطا کیا گیا ہے۔ جو اُس کے ذریعہ سے نہیں پاتا وہ محروم ازلی ہے۔ ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے۔ ہم کافر نعمت ہوں گے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحید حقیقی ہم نے اِسی نبی کے ذریعہ سے پائی اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اِسی کامل نبی کے ذریعہ سے اور اس کے نُور سے ملی ہے اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اُس کا چہرہ دیکھتے ہیں اِسی بزرگ نبی کے ذریعہ سے ہمیں میسّر آیا ہے۔ اس آفتاب ہدایت کی شعاع دُھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے اور اُسی وقت تک ہم مُنوّر رہ سکتے ہیں جب تک کہ ہم اُس کے مقابل پر کھڑے ہیں''۔

(حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد22صفحہ 118-119)

فرمایا: '' وہ انسان جو سب سے زیادہ کامل اور انسانِ کامل تھا اور کامل نبی تھا اور کامل برکتوں کے ساتھ آیا جس سے روحانی بعث اور حشر کی وجہ سے دنیا کی پہلی قیامت ظاہر ہوئی اور ایک عالَم کا عالَم مرا ہوا اس کے آنے سے زندہ ہو گیا۔ وہ مبارک نبی حضرت خاتم الانبیاء امام الاصفیاء ختم المرسلین فخر النبیّین جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اے پیارے خدا اس پیارے نبی پر وہ رحمت اور درود بھیج جو ابتداء دنیا سے تُو نے کسی پر نہ بھیجا ہو''۔

(اتمام الحجۃ۔ روحانی خزائن جلد 8صفحہ 308)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ۔

پس یہ تھا مقام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیان فرمایا اور یہی وجہ ہے کہ جب لوگوں نے مختلف خوابیں دیکھیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وجود میں دیکھا۔ یعنی دو وجود ایک ہی جان ہو گئے۔ پس ہمارا بھی کام ہے کہ آج اور ہمیشہ اپنی زبان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے سے تَر رکھیں اور اس میں ترقی کرتے چلے جائیں۔ اسی طرح آپ کے اُسوہ پر عمل کرنے والے ہوں اور اس میں بھی ہمیشہ آگے بڑھتے چلے جانے والے ہوں۔ جیسا کہ مَیں نے کہا آج جلسے بھی بڑے ہو رہے ہیں، جلوس نکل رہے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت منائی جا رہی ہے لیکن وہاں آپ کی تعلیم کا اظہار نہیں ہو رہا۔ ربوہ میں تو شاید اس وقت جو جلوس نکل رہے ہوں اُن میں سوائے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالیاں دینے کے اور کچھ نہیں ہو رہا ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت بیان نہیں ہو رہی ہوگی بلکہ صرف اور صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو گالیاں دی جا رہی ہوں گی۔ جماعت کے خلاف غلیظ زبان استعمال کی جا رہی ہوگی۔

پس ایک طرف تو یہ ان لوگوں کا سلوک ہے جو دنیا دار ہو چکے ہیں۔ مسلمان کہلانے کے باوجود اسلام سے دور ہٹ چکے ہیں اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کا سلوک جو صحابہ کے ساتھ تھا کہ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وجود میں ظاہر کر رہا ہے، اُن کو دکھا رہا ہے، اُن کی تسلی کرا رہا ہے اور آج بھی دنیا کے مختلف علاقوں میں اللہ تعالیٰ اسی طرح کے نظارے اپنے نیک فطرت اور سعید لوگوں کو دکھا رہا ہے اور اسی وجہ سے وہ جماعت میں آ رہے ہیں، قبول کر رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی غلامی میں بیعت میں آ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی غلامی کو اختیار کر رہے ہیں۔ اللہ کرے کہ یہ لوگ جو مخالفین ہیں ان کی بھی آنکھیں کھلیں اور بجائے یہ نام نہاد مسلمان کہلانے کے حقیقی مسلمان بننے والے ہوں اور جو خدا تعالیٰ کی آواز ہے اُس کو سننے والے ہوں۔

اعلان

قارئین مجلّہ النور سے درخواست ہے کہ مجلّہ کے درج ذیل شماروں کیلئے عنوان کے مطابق تاریخ مقررہ تک معیاری منظوم کلام اور مضامین بھجوا کر ممنون فرمائیں،

عنوان	تاریخ مقررہ
خلافت نمبر	10 اپریل 2014
رمضان المبارک نمبر	20 مئی 2014

جزاکم اللہ خیرا --- (ادارہ)

منظوم کلام

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

سو ساری باتیں ہوئی ہیں پوری نہیں کوئی بھی رہی ادھوری
دلوں میں اب بھی رہے جو دُوری تو اس میں اپنا قصور کیا ہے

پڑا عجب شور جا بجا ہے جو ہے وُہ دُنیا پہ ہی فِدا ہے
نہ دل میں خوفِ خُدا رہا ہے نہ آنکھ میں ہی رہی حیا ہے

مسیحؑ دوراں مثیلِ عیسیٰؑ ، بجا ہے دُنیا میں جس کا ڈنکا
خُدا سے ہے پا کے حکم آیا، ملا اُسے منصبِ ھُدیٰ ہے

ہے چاند سُورج نے دی گواہی ، پڑی ہے طاعون کی تباہی
بچائے ایسے سے پھر خُدا ہی، جو اَب بھی اِنکار کر رہا ہے

وہ مطلعِ آبدار لکھوں، کہ جس سے حسّاد کا ہو دِل خُوں
حروف کی جا گُہر پروؤں، کہ مُجھ کو کرنا یہی روا ہے

مسیحؑ دُنیا کا رہنما ہے، غلامِ احمدؐ ہے مصطفٰےؐ ہے
برُوزِ اقطاب و انبیاء ہے، خُدا نہیں ہے خُدا نما ہے

جہاں سے ایمان اُٹھ گیا تھا، فریب و مکّاری کا تھا چرچا
فساد نے تھا جمایا ڈیرا، وُہ نقشہ اس نے اُلٹ دیا ہے

اسی کے دم سے مَرا تھا آتھم، اسی نے لیکھو کا سر کیا خم
اسی کا دُنیا میں آج پرچم، ہُما کے بازو پہ اُڑ رہا ہے

اسی کی شمشیرِ خونچکاں نے کیا قصوری کو ٹکڑے ٹکڑے
یہ زلزلہ بار بار آکے، اسی کی تصدیق کر رہا ہے

جمایا طاعوں نے ایسا ڈیرا، ستون اس کا نہ پھر اکھیڑا
دیا ہے خلقت کو وہ تریڑا، کہ اپنی جاں سے ہوئی خفا ہے

مقابلہ میں جو تیرے آیا، نہ خالی بچ کر کبھی بھی لوٹا
یہ دبدبہ دیکھ کر مسیحاؑ، جو کوئی حاسد ہے جل رہا ہے

خُدا نے لاکھوں نشاں دکھائے، نہ پھر بھی ایمان لوگ لائے
عذاب کے منتظر ہیں ہائے، نہیں جو بدبختی یہ تو کیا ہے

صبا ترا گر وہاں گزر ہو تو اتنا پیغام میرا دیجو
اگرچہ تکلیف ہوگی تجھ کو پہ کام یہ بھی ثواب کا ہے

کہ اے مثیلِ مسیحؑ و عیسیٰؑ ! ہُوں سخت محتاج میں دُعا کا
خُدا تری ہے قبول کرتا کہ تُو اس اُمّت کا نا خُدا ہے

خُدا سے میری یہ کر شفاعت کہ علم و نُور و ھُدیٰ کی دولت
مُجھے بھی اب وُہ کرے عنایت، یہی مری اُس سے التجا ہے

رہِ خُدا میں ہی جاں فِدا ہو، دل عشقِ احمدؐ میں مُبتلا ہو
اسی پہ ہی میرا خاتمہ ہو، یہی مِرے دل کا مُدّعا ہے

نہیں ہے محمودؔ فکر اس کا، کہ یہ اثر کس قدر کرے گا
سُخن کہ جو دل سے ہے نکلتا، وہ دل میں ہی جا کے بیٹھتا ہے

خدا کی قسم وہ ایسا پاک وجود ہے جو اہل جہاں کے لئے خدا نما ہے

آنحضور ﷺ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عشق

اللہ تعالیٰ کی قسم! یقیناً محمد ﷺ جانشین کی مانند ہیں اور آپ ہی کے ذریعہ دربارِ شاہی تک رسائی ہوسکتی ہے

ظہیر احمد طاہر۔ جرمنی

ازل سے ہمارے آقا و مولا ﷺ کا اسم مبارک حمد و ثنا اور تعریف کے قابل ٹھہرایا گیا ہے۔ آسمان پر بھی آپؐ قابل تعریف ہیں اور زمین پر بھی آپ کی مدح و ثنا کے ترانے گائے جارہے ہیں۔ آپؐ ہر ایک پہلو سے بے شمار خوبیوں کے مالک اور تعریف کے مستحق ہیں۔ آپ صفات حسنہ کا مجموعہ اور حسن و احسان میں بے نظیر ہیں۔ آپ کی ذاتِ اقدس انوار سماوی اور فیوض خداوندی کے حصول کا ذریعہ اور آپؐ کے وجود کا ہر رگ و ریشہ خداوند کریم کا ازلی گھر ہے۔ زمین و آسمان کی خلقت سے بھی پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے آپؐ کے نور کو پیدا کیا۔ آپؐ ہی سب سے پہلے بَلٰی کا نعرہ بلند کرنے والے ہیں۔

دورِ آخرین میں خدا تعالیٰ کی قدرت نمائی اس طرح ظہور پذیر ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے سراج منیر ﷺ کے فیض روحانی کو ساری دنیا میں پھیلانے کے لئے ایک ایسے عاشق صادق کو پیدا کیا جو محمد مصطفیٰ ﷺ کی محبت میں فنا ہوکر حقیقی معنوں میں غلام احمد ہوگیا۔ حضور علیہ السلام نے رسول مقبول ﷺ کے عشق میں سرشار ہوکر عاشقانہ رنگ اختیار کیا اور آپؐ کے دین کی حفاظت اور آبیاری کے لئے اپنا سب کچھ فدا کرنے کے لئے تیار ہوگئے۔ جیسا کہ اپنے ایک فارسی شعر میں فرماتے ہیں:

اندر آن وقتیکہ یاد آید مہمِ دین مرا
بس فراموشم شود ہر عیش ورنج ہر دو دار

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 29)

اُس وقت جبکہ مجھے دین کی مہم یاد آتی ہے تو دونوں جہان کی خوشیاں اور غم مجھے بالکل بھول جاتے ہیں۔

نیز عرض کرتے ہیں:

در رہ عشق محمدؐ ایں سر وجانم رَوَد
ایں تمنا ایں دعا ایں در دلم عزم صمیم

(توضیح مرام، روحانی خزائن جلد سوم صفحہ 63)

محمد ﷺ کے عشق کی راہ میں میرا سر اور جان قربان ہوجائیں یہی میری تمنا، میری دعا اور میرا دلی ارادہ ہے۔

کہتے ہیں کہ محبت کی بنیاد دو ہی چیزیں ہوتی ہیں۔ ایک حسن دوسری احسان۔ سرور دو عالم، ہادی کامل حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کا بابرکت وجود تو ہر لحاظ سے لائق عشق و محبت ہے کیونکہ ایک طرف آپؐ حسن میں بے مثال ہیں تو دوسری طرف آپؐ کے احسانات عدیم المثال ہیں۔ آنحضور ﷺ کے اسی حسن واحسان کو یاد کرتے ہوئے عاشق صادق حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اپنے آقا کے حضور عرض کرتے ہیں کہ:

يَا شَمْسَ مُلْكِ الْحُسْنِ وَالْإِحْسَانِ
نَوَّرْتَ وَجْهَ الْبَرِّ وَالْعُمْرَانِ
إِنِّي أَرَى فِي وَجْهِكَ الْمُتَهَلِّلِ
شَأْنًا يَّفُوقُ شَمَائِلَ الْإِنْسَانِ

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد پنجم صفحہ 590)

اے حسن واحسان کے ملک کے آفتاب! آپ نے بیابانوں اور آبادیوں کو اپنے حسن واحسان کے نور سے منور کردیا ہے۔ بے شک میں تیرے درخشاں چہرے میں ایک ایسی شان دیکھ رہا ہوں جو انسانی خصائل پر فوقیت رکھتی

ہے۔

محبت کی آنکھ نے جب محبوب کے لازوال حسن اور اُس کے ان گنت احسانات کو دیکھا تو دل بے اختیار اُس کی تعریف کی طرف مائل ہوا اور جوش محبت سے محبوب کی مدح میں یوں رطب اللسان ہوا۔

دَر دِلم جوشد ثنائے سَروَرے
آنکہ دَر خُوبی نَدارد ہمسَرے
آنکہ جانَش عاشِق یارِ اَزل
آنکہ رُوحش واصلِ آں دِلبرے
آنکہ دَر برّوکرم بحرِ عظیم
آنکہ دَر لُطفِ اَتم یکتا دُرے

(براهین احمدیه حصه اوّل ۔روحانی خزائن جلد 1صفحه 17)

میرے دل میں اس سردار آقاؐ کی تعریف جوش مار رہی ہے، جو خوبی میں اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتا۔ وہ جس کی جان خدائے ازل کی عاشق ہے، وہ جس کی رُوح اس دلبر سے واصل ہے۔ وہ جو نیکی اور بزرگی میں ایک بحرِ عظیم ہے اور کمال خوبی میں ایک نایاب موتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت میں ایسا فدائیانہ رنگ اختیار کیا جو ہر تصنع سے پاک اور ہر دکھاوے سے مبرا ہے۔ آپؑ نے حضور ﷺ کی ذات اقدس میں ڈوب کر بڑی گہرائی اور وارفتگی کے عالم میں آپؐ کی زندگی کے ہر ایک پہلو کا بغور جائزہ لیا، اُسے اچھی طرح دیکھا، پرکھا، سمجھا اور پھر آگے بیان کیا۔

رہبرِ ما سیّد ما مصطفٰی است
آنکہ ندید ست نظیرش سروش

(مجموعه اشتهارات جلددوم صفحه اوّل ۔ ناشر الشركة الاسلاميه ربوه)

مصطفٰی (ﷺ) ہمارا پیشوا اور سردار ہے جس کا ثانی فرشتوں نے بھی نہیں دیکھا۔

محمدؐ مہیں نقشِ نُورِ خُدا ست
کہ ہرگز چنوئے نکیتی نخاست

محمد ﷺ خدا تعالیٰ کے نور کا سب سے بڑا نقش ہے، ان جیسا انسان دنیا میں کبھی پیدا نہیں ہوا۔

محبت ایک جذبے کا نام ہے

محبت کسی کوشش کا نتیجہ نہیں ہوتی بلکہ یہ ایک ایسا جذبہ ہے جو خود بخود دل میں پیدا ہو جاتا ہے گویا یہ انسان کے اختیار کی بات نہیں۔ اپنے محبوب سے حقیقی محبت کرنے والے کسی تصنع اور تکلف سے کام نہیں لیتے بلکہ وہ ایک فطری جذبہ کے تحت ایسا کرتے ہیں بعض لوگ محبت کو خیال سے تشبیہ دیتے ہیں تو کوئی اسے انسانی فطرت سے تشبیہ دیتا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

محبت معنی و الفاظ میں لائی نہیں جاتی
یہ وہ نازک حقیقت ہے جو سمجھائی نہیں جاتی

سیدنا حضرت اقدس علیہ السلام فرماتے ہیں:

☆...... ”محبت کی حقیقت بالالتزام اس بات کو چاہتی ہے کہ انسان سچے دل سے اپنے محبوب کے تمام شمائل اور اخلاق اور عبادات پسند کرے اور ان میں فنا ہونے کے لئے بدل و جان ساعی ہوتا اپنے محبوب میں ہو کر وہ زندگی پاوے جو محبوب کو حاصل ہے سچی محبت کرنے والا اپنے محبوب میں فنا ہو جاتا ہے۔ اپنے محبوب کے گریبان سے ظاہر ہوتا ہے اور ایسی تصویر اس کی اپنے اندر کھینچتا ہے کہ گویا اسے پی جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ وہ اس میں ہو کر اور اس کے رنگ میں رنگین ہو کر اور اس کے ساتھ ہو کر لوگوں پر ظاہر کر دیتا ہے کہ وہ درحقیقت اس کی محبت میں کھویا گیا ہے۔“

(نورالاسلام صفحه 56۔روحانی خزائن جلد 9صفحه 431)

نقشِ ہستی تری اُلفت سے مٹایا ہم نے
اپنا ہر ذرّہ تری رہ میں اُڑایا ہم نے

خدا تعالیٰ کی محبت کیلئے محبت رسولؐ ضروری ہے

ابتدائے انسانیت ہی سے انسانی صلب میں خالق حقیقی کی تلاش کا مادہ رکھا گیا ہے۔ ہر دور اور ہر زمانہ میں خدا تعالیٰ کی متلاشی روحوں کی یہ آرزو رہی ہے کہ انہیں اُن کے خالق و مالک کا قرب اور دیدار میسر ہو۔ اسی لئے خدا تعالیٰ نے سلسلہ ٔ انبیاء جاری فرما کر اپنے بندوں کی ہدایت اور رہنمائی کے سامان پیدا فرمائے۔ تخلیق وجہ کائنات ﷺ کا ظہور ہوا تو یہ اعلان عام کیا گیا کہ:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌO (ال عمرٰن:32)

’’تو کہہ دے اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو، تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔‘‘

یعنی اے اللہ تعالیٰ کے عشق و محبت کا دعویٰ کرنے والو! اگر تم اپنے اس دعویٰ میں سچے ہو اور واقعتاً میری محبت حاصل کرنا چاہتے ہو اور مجھے پانا اور حاصل کرنا چاہتے ہو تو میرے اِس محبوب کی طرف دیکھو، اُس کی پیروی کرو اور اُن راہوں پر چلو جن پر میرا محبوب چلا کرتا تھا کیونکہ یہ میرا ایسا محبوب ہے جس سے میں بہت پیار کرتا ہوں۔ ایسا پیار جو میں نے ابتدائے آفرینش سے کسی اور سے نہیں کیا۔ جب تم ایسا کرو گے تو میں تمہیں بھی اپنا پیارا اور محبوب بنالوں گا اور نہ صرف یہ کہ پیارا اور محبوب بناؤں گا بلکہ اس محبت کے نتیجہ میں تمہارے گناہ بھی معاف کردوں گا۔ آنحضرت ﷺ کی اس قوت قدسیہ کا ذکر کرتے ہوئے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

☆......’’آنحضرت ﷺ کے نقش قدم پر چلنا جس کے لوازم میں سے محبت اور تعظیم اور اطاعت آنحضرت ﷺ ہے اس کا ضروری نتیجہ یہ ہے کہ انسان خدا کا محبوب بن جاتا ہے اور اس کے گناہ بخشے جاتے ہیں اور اگر کوئی گناہ کی زہر کھا چکا ہے تو محبت اور اطاعت اور پیروی کے تریاق سے اس زہر کا اثر جاتا رہتا ہے اور جس طرح بذریعہ دوا مرض سے ایک انسان پاک ہوسکتا ہے ایسا ہی ایک شخص گناہ سے پاک ہوجاتا ہے اور جس طرح نور ظلمت کو دور کرتا ہے اور تریاق زہر کو زائل کرتا ہے اور آگ جلاتی ہے ایسا ہی سچی اطاعت اور محبت کا اثر ہوتا ہے دیکھو آگ کیونکر ایک دم میں جلا دیتی ہے۔ پس اسی طرح پر جوش نیکی جو محض خدا کا جلال ظاہر کرنے کے لئے کی جاتی ہے وہ گناہ کا خس و خاشاک بھسم کرنے کے لئے آگ کا حکم رکھتی ہے جب ایک انسان سچے دل سے ہمارے نبی ﷺ پر ایمان لاتا ہے اور آپ کی تمام عظمت اور بزرگی کو مان کر پورے صدق و صفا اور محبت اور اطاعت سے آپ کی پیروی کرتا ہے یہاں تک کہ کامل اطاعت کی وجہ سے فنا کے مقام تک پہنچ جاتا ہے تب اس تعلق شدید کی وجہ سے جو آپ کے ساتھ ہوجاتا ہے وہ الٰہی نور جو آنحضرت ﷺ پر اترتا ہے اس سے یہ شخص بھی حصہ لیتا ہے تب چونکہ ظلمت اور نور کی باہم منافات ہے وہ ظلمت جو اس کے اندر ہے دور ہونی شروع ہوجاتی ہے یہاں تک کہ کوئی حصہ ظلمت کا اس کے اندر باقی نہیں رہتا اور پھر اس نور سے قوت پا کر اعلیٰ درجہ کی نیکیاں اس سے ظاہر ہوتی ہیں اور اس کے ہر عضو میں سے محبت الٰہی کا نور چمک اٹھتا ہے تب اندرونی ظلمت بکلی دور ہوجاتی ہے اور علمی رنگ سے بھی اس میں نور پیدا ہوجاتا ہے اور عملی رنگ سے بھی نور پیدا ہوجاتا ہے۔ آخر ان نوروں کے اجتماع سے گناہ کی تاریکی بھی اس کے دل سے کوچ کرتی ہے یہ تو ظاہر ہے کہ نور اور تاریکی ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتے لہٰذا ایمانی نور اور گناہ کی تاریکی بھی ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتی اور اگر ایسے شخص سے اتفاقاً کوئی گناہ ظہور میں نہیں آیا تو اس کو اس اتباع سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ آئندہ گناہ کی طاقت اُس سے مسلوب ہوجاتی ہے اور نیکی کرنے کی طرف اس کو رغبت پیدا ہوجاتی ہے۔‘‘

(ریویو آف ریلیجز جلد 1 نمبر 5 صفحہ 194-195)

رسول کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ:

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ۔

(صحیح البخاری جلد 1 کتاب الایمان، باب حُبُّ الرَّسُوْلِ ﷺ مِنَ الْإِيْمَانِ حدیث 15)

’’تم میں سے کوئی بھی مومن نہیں ہوسکتا، جب تک کہ میں اس کے باپ اور اس کے بیٹے سے اور تمام لوگوں سے بڑھ کر اسے پیارا نہ ہوں۔‘‘

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی زندگی کے ابتداء ہی میں اس اہم حقیقت اور راز کو جان لیا تھا کہ محبوب حقیقی کی محبت کا رستہ صرف اور صرف در مصطفیٰ ﷺ سے ہو کر گزرتا ہے۔ اسی لئے آپ نے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی محبت میں فنا ہو کر محبوب ازلی و ابدی کی تلاش کا سفر شروع کیا اور حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کی وساطت سے اور آپ کے بتائے ہوئے رستوں پر چل کر اپنے خالق حقیقی کو اپنے دل کی آنکھ سے دیکھ لیا۔ آپؑ فرماتے ہیں:

☆......’’اللہ تعالیٰ نے اپنا کسی کے ساتھ پیار کرنا اِس بات سے مشروط کیا ہے کہ ایسا شخص آنحضرت ﷺ کی پیروی کرے۔ چنانچہ میرا یہ ذاتی تجربہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی سچے دل سے پیروی کرنا اور آپ سے محبت رکھنا انجام کار انسان کو خدا کا پیارا بنا دیتا ہے۔ اِس طرح پر کہ خود اُس کے دل میں محبتِ الٰہی کی ایک سوزش پیدا کردیتا ہے۔ تب ایسا شخص ہر ایک چیز سے دل برداشتہ ہو کر خدا کی

طرف جُھک جاتا ہے اور اُس کا اُنس وشوق صرف خدا تعالیٰ سے باقی رہ جاتا ہے تب محبتِ الٰہی کی ایک خاص تجلی اُس پر پڑتی ہے اور اُس کو ایک پورا رنگ عشق اور محبت کا دے کر قوی جذبہ کے ساتھ اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ تب جذباتِ نفسانیہ پر وہ غالب آجاتا ہے اور اُس کی تائید اور نصرت میں ہر ایک پہلو سے خدا تعالیٰ کے خارق عادت افعال نشانوں کے رنگ میں ظاہر ہوتے ہیں۔''

(حقیقة الوحی ، روحانی خزائن جلد22صفحہ 67-68)

آنحضرت ﷺ کی بلند شان

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

☆ ......'' حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کی کس قدر شان بزرگ ہے اور اس آفتاب صداقت کی کیسی اعلیٰ درجہ پر روشن تاثیریں ہیں۔ جس کا اتباع کسی کو مومن کامل بناتا ہے۔ کسی کو عارف کے درجے تک پہنچاتا ہے۔ کسی کو آیت اللہ اور حجت اللہ کا مرتبہ عنایت فرماتا ہے اور محامدِ الٰہیہ کا مورد ٹھہراتا ہے۔''

(براھین احمدیہ حصہ سوم ۔روحانی خزائن جلد 1صفحہ 270-271حاشیہ در حاشیہ نمبر 1)

چنانچہ آنحضرت ﷺ کی سچے دل سے پیروی اور والہانہ محبت کے نتیجہ میں محبت الٰہی کی ایک خاص تجلی آپؑ پر پڑی تو انوارِ الٰہی کی موسلا دھار بارشیں آپؑ پر نازل ہونا شروع ہوگئیں اور خدا تعالیٰ نے اپنی برکات اور نصرتوں کے دروازے آپ پر کھول دیئے اور پوشیدہ بھید آپ پر آشکار کر کے حکمت ومعرفت کو آپ کی زبان پر جاری کردیا۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام ان انعامات اور افضال الٰہی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

☆ ......'' ہمارے نبی ﷺ کا دعویٰ آفتاب کی طرح چمک رہا ہے اور آنحضرت ﷺ کی جاودانی زندگی پر یہ بھی بڑی ایک بھاری دلیل ہے کہ حضرت ممدوح کا فیض جاودانی جاری ہے اور جو شخص اس زمانہ میں بھی آنحضرت ﷺ کی پیروی کرتا ہے وہ بلاشبہ قبر میں سے اٹھایا جاتا ہے اور ایک روحانی زندگی اس کو بخشی جاتی ہے نہ صرف خیالی طور پر بلکہ آثار صحیحہ صادقہ اس کے ظاہر ہوتے ہیں اور آسمانی مددیں اور سماوی برکتیں اور روح القدس کی خارق عادت تائیدیں اس کے شامل حال ہوجاتی ہیں اور وہ تمام دنیا کے انسانوں میں سے ایک منفرد انسان ہوجاتا ہے یہاں تک کہ خدا تعالیٰ اس سے ہم کلام ہوتا ہے۔ اور اپنے اسرار خاصہ اس پر ظاہر کرتا ہے اور اپنے حقائق ومعارف کھولتا ہے اور اپنی محبت اور عنایات کے چمکتے ہوئے علامات اس میں نمودار کردیتا ہے اور اپنی نصرتیں اس پر اتارتا ہے اور اپنی برکات اس میں رکھ دیتا ہے اور اپنی ربوبیت کا آئینہ اس کو بنا دیتا ہے اس کی زبان پر حکمت جاری ہوتی ہے اور اس کے دل سے نکات لطیفہ کے چشمے نکلتے ہیں اور پوشیدہ بھید اس پر آشکار کئے جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ ایک عظیم الشان تجلی اس پر فرماتا ہے اور اس سے نہایت قریب ہوجاتا ہے اور وہ اپنی استجابت دعاؤں میں اور اپنی قبولیتوں میں اور فتح ابواب معرفت میں اور انکشاف اسرار غیبیہ میں اور نزول برکات میں سب سے اوپر اور سب پر غالب رہتا ہے چنانچہ اس عاجز نے خدا تعالیٰ سے مامور ہوکر انہیں امور کی نسبت اور اسی اتمام حجت کی غرض سے کئی ہزار رجسٹری شدہ خط ایشیا اور یورپ اور امریکہ کے نامی مخالفوں کی طرف روانہ کئے تھے تا اگر کسی کا یہ دعویٰ ہو کہ یہ روحانی حیات بجز اتباع خاتم الانبیاء ﷺ کے کسی اور ذریعہ سے بھی مل سکتی ہے تو وہ اس عاجز کا مقابلہ کرے اور اگر یہ نہیں تو طالب حق بن کر یکطرفہ برکات اور آیات اور نشانوں کے مشاہدہ کے لئے حاضر آوے لیکن کسی نے صدق اور نیک نیتی سے اس طرف رخ نہ کیا اور اپنی کنارہ کشی سے ثابت کردیا کہ وہ سب تاریکی میں گرے ہوئے ہیں۔''

(آئینہ کمالات اسلام ، روحانی خزائن جلد 5صفحہ 221-222)

سب ہم نے اُس سے پایا شاہد ہے تو خدایا
وہ جس نے حق دکھایا وہ مَہ لقا یہی ہے

چنانچہ اس عظیم الشان انعام کے ملنے پر آپ حضور نبی کریم ﷺ کے عاشق جانثار بن گئے۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

بعد از خدا بعشقِ محمدؐ مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم
ہر تار و پُودِ من بسرائد بعشق او
از خود تہی واز غمِ آں دلستاں پُرم

(ازالہ اوھام ، روحانی خزائن جلد3صفحہ 185)

میں اللہ تعالیٰ کے بعد اپنے محبوب حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے عشق میں مخمور ہوں اگر آپؐ سے عشق کرنا کفر ہے تو خدا کی قسم! مَیں سخت کافر ہوں۔ میرا ہر ایک رگ وریشہ آپؐ کے عشق کے راگ گا رہا ہے (اس عشق کے

نتیجہ میں) مَیں اپنی تمام خواہشات سے خالی ہو چکا ہوں، مگر رسول اللہ ﷺ کے غمِ عشق سے میرا کاشانہ دل معمور ہے۔

والہانہ عشق ومحبت

دنیا میں عشق ومحبت کی بے شمار داستانیں بکھری پڑی ہیں مگر میں تو صرف دو ہی عاشقوں کو جانتا ہوں، ایک وہ جو اپنے ربّ کے عشق میں کھو کر محمد مصطفیٰ ﷺ ہو گیا اور دوسرا وہ جو محمد مصطفیٰ ﷺ کے عشق میں غوطہ زن ہو کر غلام احمد ہو گیا۔ حضور علیہ السلام اپنے محبوب ﷺ کی روحانی تاثیرات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

☆......''اے تمام وہ لوگو جو زمین پر رہتے ہو! اور اے تمام وہ انسانی روحو جو مشرق اور مغرب میں آباد ہو! میں پورے زور کے ساتھ آپ کو اس طرف دعوت کرتا ہوں کہ اب زمین پر سچا مذہب صرف اسلام ہے اور سچا خدا بھی وہی خدا ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے۔ اور ہمیشہ کی روحانی زندگی والا نبی اور جلال اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہے جس کی روحانی زندگی اور پاک جلال کا ہمیں یہ ثبوت ملا ہے کہ اس کی پیروی اور محبت سے ہم رُوح القدس اور خدا کے مکالمہ اور آسمانی نشانوں کے انعام پاتے ہیں۔''

(تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 141)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کا لمحہ لمحہ، آپ کی تحریروں کی سطر سطر اور آپ کی تقریروں کا لفظ لفظ اس بات پر شاہد ہے کہ آپ کے دل میں شہنشاہ دو عالم ﷺ کی بے پناہ محبت ہر وقت جوش مارتی رہتی تھی اور اسی جوش میں وہ ہر وقت باہر نکلنے کے لئے بے چین رہتی تھی۔ رسول کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس میں جو حسن اور خوبصورتی آپؑ کو نظر آئی کوئی دوسرا وجود اُس کا ثانی نہیں کیونکہ آپؑ نے رسول کریم ﷺ کے چہرے میں یارِ ازل کے چہرے کو دیکھ لیا تھا چنانچہ آپ نے عشقِ الٰہی کی جو آگ اپنے محبوب رسول ﷺ میں دیکھی اُسی آتشِ عشق سے حصہ پانے کے لئے عاشقِ رسولؐ ہو گئے۔

حضور نبی کریم ﷺ کی شان کے اس پہلو کو بیان کرتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

شانِ احمد را کہ داند، جُز خُداوندِ کریم
آنچناں، از خود جُدا شُد، کز میاں اُفتاد میم

زاں نمط شد محوِ دلبر، کز کمالِ اتّحاد
پیکرِ اُوشُد سراسر، صُورتِ ربِّ رحیم

(توضیح مرام، روحانی خزائن جلد سوم صفحہ 62)

یعنی احمدؐ کی شان کو خداوند کریم کے بغیر کون جان سکتا ہے۔ آپؐ خودی سے اس طرح الگ ہو گئے جس طرح (آپ کے نام احمد کے) درمیان سے میم گر گیا ہے۔ آپ اپنے محبوب میں اس طرح محو ہو گئے ہیں کہ کمال اتحاد کی وجہ سے آپ کا سراپا ربّ رحیم کی صورت بن گئی ہے۔

پھر عرض کرتے ہیں ؎

گرچہ مَنسُوبم کُند کَس سُوئے اِلحاد و ضلال
چُوں دلِ احمدؐ نمے بینم دِگر عَرشے عظیم

جو بات میں بیان کرنے جا رہا ہوں اس کے کہنے سے میں رک نہیں سکتا، خواہ کوئی مجھ پر کفر والحاد کا فتویٰ ہی کیوں نہ لگائے، اگر عرش الٰہی دیکھنا چاہتے ہو تو پھر احمد مجتبیٰ ﷺ کے دل پر نگاہ کرو وہی عرش عظیم ہے جہاں خدا جلوہ گر ہے۔

پھر حضور ﷺ کے ساتھ اپنے بے پناہ عشق کا اظہار کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں ؎

ایں آتشم زِ آتشِ مہرِ محمدیؐ ست
ایں آبِ من، زآبِ زلالِ محمدؐ است

یہ میری آگ محمدؐ کے عشق کی آگ کا ایک حصہ ہے اور میرا پانی محمدؐ کے شیریں مُصفّا پانی سے لیا ہوا ہے۔

(اخبار ریاض ہند امرتسر مورخہ یکم مارچ 1886ء۔ بحوالہ درثمین فارسی صفحہ 145)

عاشق صادق علیہ السلام نے جب رسول اللہ ﷺ کے عشق میں اپنی ذات کو فنا کر دیا تو اس کامل اتحاد کی وجہ سے رسول پاک ﷺ کی ہستی کا ایک ایک نقش آپ پر واضح اور عیاں ہو گیا اور آپ کو اپنے محبوب کی ہر ایک ادا میں، ایک ایک راہ میں اور ہر ایک بات میں خدا ہی خُدا نظر آنے لگا جیسا کہ آپؑ فرماتے ہیں:

خُدا نگویمش از ترسِ حق مگر بخُدا
خُدا نما ست وجُودش برائے عالمیاں

میں خوف خدا کی وجہ سے اپنے محبوب کو خدا تو نہیں کہہ سکتا مگر خدا کی قسم

وہ ایسا پاک وجود ہے جو اہل جہاں کے لئے خدا نما ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ عشق رسول ﷺ کے بغیر نہ تو ایمان مکمل ہوسکتا ہے اور نہ ہی عبادت الٰہی میں وہ سوز وگداز پیدا ہوسکتا ہے جو خدا تعالیٰ کے قریب کردے ۔ چونکہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ سے کئے جانے والا سچا عشق اور آپ سے کی جانے والی سچی محبت میں یہ تاثیر ہے کہ وہ درِ یار تک رسائی کا سبب بنتی ہے اور انسان کو ازلی ابدی خدا کے روشن اور مصفا چہرے کے دیدار سے بہرہ مند کردیتی ہے ۔اسی لئے عاشق صادق حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام چاہتے ہیں کہ تمام دنیا حضور ﷺ کی ان خوبیوں کو جان لے۔آپ فرماتے ہیں:

☆......'' ہم جب انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں تو تمام سلسلہ نبوت میں سے اعلیٰ درجہ کا جوانمرد نبیؐ اور زندہ نبیؐ اور خدا کا اعلیٰ درجہ کا پیارا نبیؐ صرف ایک مرد کو جانتے ہیں یعنی وہی نبیوں کا سردار رسولوں کا فخر تمام مرسلوں کا سرتاج جس کا نام محمد مصطفیٰ واحمد مجتبیٰ ﷺ ہے جس کے زیر سایہ دس دن چلنے سے وہ روشنی ملتی ہے جو پہلے اس سے ہزار برس تک نہیں مل سکتی تھی......سو آخری وصیت یہی ہے کہ ہر ایک روشنی ہم نے رسول نبی امی کی پیروی سے پائی اور جو شخص پیروی کرے گا وہ بھی پائے گا اور ایسی قبولیت اُس کو ملے گی کہ کوئی بات اُس کے آگے انہونی نہیں رہے گی ۔زندہ خدا جو لوگوں سے پوشیدہ ہے اُس کا خدا ہوگا اور جھوٹے خدا سب اُس کے پیروں کے نیچے کچلے اور روندے جائیں گے وہ ہر ایک جگہ مبارک ہوگا اور الٰہی قوتیں اُس کے ساتھ ہونگی۔ وَالسَّلام عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی۔''

(سراج منیر، روحانی خزائن جلد 12صفحہ 82-83)

ایک عربی شعر میں فرماتے ہیں ؎

وَاللّٰہِ اِنَّ مُحَمَّدًا کَرِدَافَۃٍ
وَبِہِ الوُصُوْلُ بِسُدَّۃِ السُّلْطَانِ

اللہ تعالیٰ کی قسم !یقیناً محمد ﷺ جانشین کی مانند ہیں اور آپ ہی کے ذریعہ دربارِ شاہی تک رسائی ہوسکتی ہے۔

پھر اسی بات کو فارسی زبان میں اس طرح ادا کرتے ہیں ؎

آنکہ مہرش مے رساند تا سما
مے کُند چُوں ماہِ تاباں در صفا

وہ جس کی محبت آسمان پر پہنچا دیتی ہے اور صفائی میں چمکتے چاند کی مانند بنادیتی ہے۔

جس طرح چاند میں یہ خوبی ہے کہ وہ سورج کی روشنی کو اپنے اندر جذب کرکے اُسے آگے بکھیرنے کی صلاحیت رکھتا ہے بالکل اسی طرح حضور علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ کے مہر درخشاں سے برسنے والی انوار الٰہی کی کرنوں کو نہایت صفائی سے اپنے اندر جذب کرکے چار دانگ عالم میں بکھیرنا شروع کردیا۔کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

عشق والو! عشق میں پیدا کرو اتنا اثر
حُسن خود مجبور ہو تم کو بُلانے کے لئے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب آئینہ کمالات اسلام کی عربی عبارت میں فرماتے ہیں:

☆......'' اور ایک رات مَیں کچھ لکھ رہا تھا کہ اسی اثناء میں مجھے نیند آگئی اور مَیں سو گیا۔اس وقت مَیں نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا۔آپؐ کا چہرہ بدرِ تام کی طرح درخشاں تھا۔آپؐ میرے قریب ہوئے اور مَیں نے ایسا محسوس کیا کہ آپؐ مجھ سے معانقہ کرنا چاہتے ہیں چنانچہ آپؐ نے مجھ سے معانقہ کیا اور مَیں نے دیکھا کہ آپؐ کے چہرہ سے نور کی کرنیں نمودار ہوئیں اور میرے اندر داخل ہوگئیں ۔مَیں ان انوار کو ظاہری روشنی کی طرح پاتا تھا اور یقینی طور پر سمجھتا تھا کہ مَیں انہیں محض روحانی آنکھوں سے ہی نہیں بلکہ ظاہری آنکھوں سے بھی دیکھ رہا ہوں اور اس معانقہ کے بعد نہ ہی مَیں نے یہ محسوس کیا کہ آپؐ مجھ سے الگ ہوئے ہیں اور نہ ہی یہ سمجھا کہ آپ تشریف لے گئے ہیں ۔اس کے بعد مجھ پر الہامِ الٰہی کے دروازے کھول دیئے گئے اور میرے ربّ نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا:یَااَحْمَدُ بَارَکَ اللّٰہُ فِیْکَ۔''

(ترجمہ از تذکرہ صفحہ 34-35)

اسی حقیقت کو ایک عربی شعر میں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَاللّٰہِ اِنِّیْ قَدْ رَأَیْتُ جَمَالَہٗ
بِعُیُوْنِ جِسْمِیْ قَاعِدًا بِمَکَانِیْ

(آئینہ کمالات اسلام ، روحانی خزائن جلد 5صفحہ 593)

بخدا! میں نے آپؐ کے جمال کو اپنی جسمانی آنکھوں سے اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے دیکھا ہے۔

اسی طرح اپنے فارسی کلام میں اپنے محبوب کے حضور عرض کرتے ہیں:

یاد کن وقتیکہ در کشفم نمودی شکل خویش
یاد کن ہم وقت دیگر کآمدی مشتاق وار

یاد کن وقتے چو بنمودی بہ بیداری مرا
آن جمالے آن رخے آن صورتے رشکِ بہار

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 28)

(اے میرے حبیبؐ) وہ وقت یاد کر جب تو نے کشف میں مجھے اپنی صورت دکھائی تھی اور ایک اور موقع بھی یاد کر جب تو میرے پاس مشتاقانہ تشریف لایا تھا۔ وہ وقت یاد کر جب بیداری میں تو نے مجھے اپنا جمال دکھایا تھا، وہ چہرہ، وہ صورت جس پر موسم بہار بھی رشک کرتا ہے۔

نورِ مصطفیٰ ﷺ کا حضور علیہ السلام پر یوں وا ہوتا تھا کہ آپ دل و جان سے اپنے محبوب پر فدا ہو کر جوشِ محبت اور وفورِ عشق سے یوں نغمہ سرا ہوئے۔

یا نبی اللہ نثارِ رُوئے محبوب توام
وقفِ راہت کردہ اَم ایں سَر کہ بردوش ست بار
تابمن نورِ رسولِ پاکؐ را بنمودہ اند
عشقِ او درِ دل ہمی جوشد جو آب از آبشار

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 26-27)

اے اللہ کے نبی! مَیں آپؐ کے پیارے مکھڑے پر قربان جاؤں، میرا سر آپ کے رستہ پر رکھا ہے، ہاں وہی سر جو میرے کندھوں پر ایک بوجھ کی طرح ہے۔ جب سے مجھے آپؐ کا نورِ جمال دکھایا گیا ہے، اُس وقت سے آپ کا عشق میرے دل میں اس طرح جوش مار رہا ہے جیسے آبشار کا پانی جوش سے گرتا ہے۔

جوشِ عشق

جب عاشق اپنے محبوب میں فنا ہو جاتا ہے تو محبوب کی راہ میں ملنے والے ہر دکھ اور تکلیف کو بشاشت قلبی سے برداشت کرتا اور اپنی جان تک اُس کی راہ میں فدا کرنے کے لئے ہمہ وقت تیار رہتا ہے۔ اسی لئے حضور علیہ السلام جیسا عاشق صادق بھی دیارِ پر فدا ہونے کے لئے اپنی جان ہتھیلی پر لئے پھرتا ہے کہ جب بھی اور جس وقت بھی موقع ملے مَیں سب سے پہلے اپنے محبوب پر فدا ہو جاؤں۔ حضور علیہ السلام اپنے محبوب کو مخاطب کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں ۔

در کُوئے تو اگر سرِ عشاق را زنند
اوّل کسے کہ لافِ تعشق زند منم

اے میرے محبوبؐ! اگر تیرے کوچے میں عاشقوں کے سر قلم کئے جائیں تو پہلا شخص مَیں ہوں گا جو وہاں عشق کا نعرہ بلند کرے گا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام عشق رسول ﷺ میں سب عاشقوں سے بڑھے ہوئے تھے۔ اس لئے بار بار اپنے محبوب کو یہ یقین دلانے کی کوشش کرتے ہیں کہ میرے محبوب خدا تعالیٰ سے تیرے لافانی عشق کو دیکھنے کے بعد میرے قدم پیچھے نہیں ہٹ سکتے بلکہ اگر اس راہ میں میری جان بھی جاتی ہے تو مجھے اُس کی کچھ پرواہ نہیں۔ آپؑ اپنے محبوب کے حضور عرض کرتے ہیں ۔

تا مرا دادند از حسنش خبر
شد دلم از عشق او زیر و زبر
منکہ می بینم رُخِ آن دلبرے
جاں فشانم گر دہد دل دیگرے

(سراج منیر، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 97)

جب سے مجھے اُس کے حسن کی خبر دی گئی ہے، میرا دل اُس کے عشق میں بے قرار رہتا ہے۔ مَیں جو اس دلبر کا چہرہ دیکھ رہا ہوں اگر کوئی اسے اپنا دل نذرانہ دے تو مَیں اس پر اپنی جاں نثار کروں گا۔

پھر اسی نظم میں حضور علیہ السلام نے رسول کریم ﷺ کی راہ میں جانثاری اور فدا کاری کے اس جذبہ کو ایک اور رنگ میں اس طرح بیان کیا ہے ۔

تیغ گر بارد بکُوئے آن نگار
آن منم کاوّل کند جان را نثار

اگر میرے محبوب (محمد مصطفیٰ ﷺ) کی گلی میں تلوار چلے تو اپنی جان نثار کرنے والا مَیں پہلا شخص ہوں گا۔

یہ صرف زبانی دعویٰ نہیں بلکہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے جو کہا اُس پر عمل بھی کر دکھایا چنانچہ رسول کریم ﷺ کے دین کی آبیاری کرتے ہوئے حضور علیہ السلام کے خلاف مخالفت کے بے شمار طوفان اُٹھے، عداوت کے بڑے بڑے سیلاب اُمڈے، حوادث کی تیز رَو آندھیاں چلیں اور بار بار چلیں، مصائب کے بڑے بڑے پہاڑ ٹوٹے مگر آپ کے پائے ثبات میں ایک ذرہ بھر لغزش نہ آئی بلکہ آپؑ نے اپنے محبوب ﷺ کی خاطر ان تمام بپھرے طوفانوں اور آفات و مصائب کے زلازل کو بڑی خوشی اور خوش دلی سے قبول کیا اور عشقِ محمد ﷺ میں آنے والے ان حوادث کی ادنیٰ سی پرواہ نہ کی بلکہ یہ نعرۂ حق آشنا بلند کیا کہ ۔

سَرے دارم فِدائے خاکِ احمد
دِلم ہر وقت قُربانِ محمدؐ

بگیسوئے رسول اللہ کہ ہستم
نثارِ رُوئے تابانِ محمدؐ
دریں رہ گر کشندم ور بسوزند
نتابم رُو زِ ایوانِ محمدؐ
(آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 649)

میرا سر احمد(ﷺ) کی خاکِ پا پر نثار ہے اور میرا دل ہر وقت محمد(ﷺ) پر قربان رہتا ہے۔ رسول اللہ کی (ﷺ) زلفوں کی قسم کہ میں محمد(ﷺ) کے نورانی چہرے پر فدا ہوں۔ اس راہ میں اگر مجھے قتل کر دیا جائے یا جلا دیا جاوے تو پھر بھی میں محمد(ﷺ) کی بارگاہ سے منہ نہیں پھیروں گا۔

محبوب کیلئے بے پناہ غیرت

فی زمانہ جو فسق و فجور برپا ہے اور امن و سلامتی کا نام و نشان مٹا جاتا ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ خدا تعالیٰ سے دوری اور عشقِ رسولِ عربی ﷺ کی کمی ہے۔ حضور علیہ السلام کو جو بے پناہ محبت اپنے آقا و مولیٰ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ سے تھی یہ اسی وفورِ محبت کا نتیجہ تھا کہ آپ اپنے محبوب آقا کی عزت و عظمت کے خلاف ایک لفظ سننا پسند نہیں کرتے تھے چنانچہ جب کور چشم اور دریدہ دہن پادریوں نے حضرت رسول پاک ﷺ کی شانِ اقدس میں ہرزہ سرائیوں اور ہرزہ درائیوں کا سلسلہ شروع کیا تو آپ نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

☆......’’ اللہ تعالیٰ کی قسم اگر میرے سب لڑکے بچے اور پوتے میرے انصار اور خدام میرے سامنے قتل کر دیئے جاتے اور میرے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے جاتے اور میری آنکھوں کی پتلیاں نکال دی جاتیں اور میں اپنی تمام مرادوں سے محروم کر دیا جاتا تو یہ سب کچھ مجھ پر اُن کے اس توہین آمیز استہزاء سے زیادہ شاق نہ گزرتا۔‘‘

(آئینہ کمالات اسلام ترجمہ از عربی عبارت بحوالہ شرح القصیدہ صفحہ 34۔ نظارت نشر و اشاعت قادیان مطبوعہ 2000ء)

حضور علیہ السلام اپنی کتاب پیغام صلح میں فرماتے ہیں:۔

☆......’’ جو لوگ ناحق خدا سے بے خوف ہو کر ہمارے بزرگ نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو بُرے الفاظ سے یاد کرتے اور آنجناب پر ناپاک تہمتیں لگاتے اور بدزبانی سے باز نہیں آتے ہیں۔ ان سے ہم کیونکر صلح کریں۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہم شورہ زمین کے سانپوں اور بیابانوں کے بھیڑیوں سے صلح کر سکتے ہیں لیکن ان لوگوں سے ہم صلح نہیں کر سکتے جو ہمارے پیارے نبی پر جو ہمیں اپنی جان اور ماں باپ سے بھی پیارا ہے ناپاک حملے کرتے ہیں۔ خدا ہمیں اسلام پر موت دے۔ ہم ایسا کام کرنا نہیں چاہتے جس میں ایمان جاتا رہے۔‘‘

(پیغام صلح صفحہ 21، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 459)

محبوب کے رنگ میں رنگین

محبت جب اپنے کمال کو پہنچتی ہے تو محبت کرنے والا اپنے محبوب کی ہر ادا اپنا کر اُس کے تمام اخلاق و شمائل میں رنگین ہونا شروع کر دیتا ہے تا کہ اپنے محبوب کی تمام صفات کو اپنے اندر جذب کر کے اُس کا کامل نمونہ بن سکے جب یہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے تو محبّ اور محبوب کے درمیان سے دوئی کا پردہ اٹھ جاتا ہے اور وہ دونوں آپس میں کامل اتحاد کر لیتے ہیں تب محبّ اپنی تمام تر خواہشوں اور آرزوؤں سے الگ ہو کر اپنے وجود تک کو مٹا لیتا ہے اور اس کی الگ سے کوئی حیثیت باقی نہیں رہتی۔ حضور علیہ السلام اپنے پیارے محبوب حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے حضور میں عرض کرتے ہیں:

محو روئے او شد است ایں روئے من
بوئے اُو آید زِبام و کوئے من
بس کہ من در عشقِ او ہستم نہاں
من ہمانم ، من ہمانم ، من ہمان
جانِ من از جانِ او یابد غذا
از گریبانم عیاں شد آں ذکا
احمد اندر جانِ احمد شد پدید
اسم من گردید آں اسمِ وحید
(سراج منیر، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 97)

میرا چہرہ اس کے چہرہ میں محو اور گم ہو گیا اور میرے مکان اور کوچہ سے اس کی خوشبو آ رہی ہے۔ از بسکہ میں اس کے عشق میں غائب ہوں، میں وہی ہوں، میں وہی ہوں، میں وہی ہوں۔ میری رُوح اس کی رُوح سے غذا حاصل کرتی ہے اور میرے گریبان سے وہی سورج نکل آیا ہے۔ احمد کی جان کے اندر احمد ظاہر ہو گیا، اس لئے میرا وہی نام ہو گیا جو اس لاثانی انسان کا نام ہے۔

اس حالتِ فدائیت کے بعد محبّ اپنی زندگی کا ہر ایک لمحہ اپنے محبوب کی یاد میں بسر کرنے لگتا ہے اور اُس کی نگاہیں در محبوب پر مرکوز ہو جاتی ہیں کہ کب کوئی حکم آئے اور اس کی تعمیل ہو۔ محبوب کا ذکر اور اُس کی مدح ہی اُس کی زندگی کا ماحاصل اور محبوب کی یاد ہی اُس کی سب سے بڑی خوشی اور تمنا بن جاتی ہے:

مِنْ ذِكْرِ وَجْهِكَ يَا حَدِيْقَةَ بَهْجَتِي
لَمْ أَخْلُ فِي لَحْظٍ وَلَا فِي آنِ

(آئینہ کمالات اسلام ، روحانی خزائن جلد پنجم صفحہ 594)

اے میری خوشی اور مسرت کے گلشن! میں تو آپ کے ذکر اور یاد سے کسی لحظہ اور لمحہ بھی خالی نہیں ہوتا۔

وَ وَاللّٰهِ لَوْ لَا حُبُّ وَجْهِ مُحَمَّدٍ
لَمَا كَانَ لِيْ حَوْلٌ لِأَمْدَحَ أَحْمَدًا

(کرامات الصادقین،روحانی خزائن جلد 7صفحہ 95)

اور خدا کی قسم! اگر مجھے محمدؐ کے چہرے کی محبت نہ ہوتی تو مجھے کوئی طاقت نہ ہوتی کہ احمد کی مدح کر سکوں۔

جَرِیُ اللّٰہِ فِی حُلَلِ الْاَ نْبِیَاء

سبھی نبیوں کے جُبّے میں خُدا کا پہلواں آیا

ارشاد عرشی ملک

تھے جس کے منتظر صدیوں سے سب پیر و جواں آیا — سبھی نبیوں کے جُبّے میں خُدا کا پہلواں آیا
مسخ ہر دین کی جب ہو گئی تعلیم دُنیا میں — ہوئی نوعِ بشر تقسیم در تقسیم ،دُنیا میں
ہر اِک مذہب تھا خواہاں اُس کی ہو تکریم ،دنیا میں — رشی اُس کا ہی آئے کر کے پھر تجسیم ،دنیا میں
مگر اسلام کی قسمت میں یہ زندہ نشاں آیا — سبھی نبیوں کے جُبّے میں خُدا کا پہلواں آیا
مسلمانوں کا مہدیؑ تھا،نصاریٰ کا وہ عیسیٰؑ تھا — وہ بدھ مت کے لئے گوتم تھا،ہندمت کا کرشنا تھا
وہی زرتُشت تھا اور مُوسوی مذہب کا مُوسےٰ تھا — محمد ﷺ کی غُلامی، اُس کا عرشی شرفِ اعلیٰ تھا
صدی اُنیسویں کے سر پہ ،وہ شاہِ جہاں آیا — سبھی نبیوں کے جُبّے میں خُدا کا پہلواں آیا
کیا دعویٰ ، تو مُلحد، کافر و دجّال کہلایا — خُدا کے عشق میں کیا کیا نہ اس نے نام رکھوایا
مسلسل کفر کے فتوؤں کا اِک بھونچال سا آیا — تہلکہ وہ مچا کہ شورِ محشر اس سے شرمایا
قیامت جس کا آنا تھا ،وہ آیا ناگہاں آیا — سبھی نبیوں کے جُبّے میں خُدا کا پہلواں آیا
پڑھو اپنی کتابیں،پیش گوئیاں پھر سے کھنگالو — نکالو، وید اور گیتا، نظر انجیل پر ڈالو
تدبر اور تفکر بھی کرو، قُرآں کے متوالو — فقط انکار کا پیشہ ہی ، نادانو! نہ اپنا لو
جسے آنا تھا اپنے وقت پر وہ مہرباں آیا — سبھی نبیوں کے جُبّے میں خُدا کا پہلواں آیا
پھنسی جب آ کے اب گرداب میں اسلام کی کشتی — مسلمانوں پہ بے شک چھا گئی جب ذلت و پستی
صلیبی دین پر جب آ گئی تھی ، شوکت و مستی — یکا یک ہڑبڑا کر جاگ اُٹھی چھوٹی سی اِک بستی
ہوئی مشہور جس کے دم سے ارضِ قادیاں آیا — سبھی نبیوں کے جُبّے میں خُدا کا پہلواں آیا

ایک مشاہدہ ایک گواہی

رانا عبدالرزاق خاں لندن

''آپ نہایت رؤف و رحیم تھے، سخی تھے، مہمان نواز تھے، اشجع الناس تھے۔ ابتلاؤں کے وقت لوگوں کے دل بیٹھ جاتے تھے۔ آپ شیرِ نر کی طرح آگے بڑھتے تھے۔ عفو، چشم پوشی، فیاضی، دیانت، خاکساری، صبر وشکر، استغنا، حیاء، غضِ بصر، عفت، محنت، قناعت، وفاداری، بے تکلفی، سادگی، شفقت، ادبِ الٰہی، ادبِ رسول و بزرگانِ دین، حلم، میانہ روی، ادائیگی حقوق، ایفائے وعدہ، چستی، ہمدردی، اشاعتِ دین، تربیت، حسنِ معاشرت، مال کی نگہداشت، وقار، طہارت، زندہ دلی اور مزاح، رازداری، غیرت، احسان، حفظ مراتب، حسنِ ظنی، ہمت اور اولوالعزمی، خودداری، خوش روئی، اور کشادہ پیشانی، کظم غیظ، کف یدو کف لسان وایثار، معمور الاوقات ہونا، انتظام، اشاعت علم ومعرفت، خدا اور اس کے رسول کا عشق، کامل اتباعِ رسولؐ۔ یہ مختصر آپ کے اخلاق وعادات تھے۔ آپ میں ایک مقناطیسی جذب تھا۔ ایک عجیب کشش تھی، رُعب تھا برکت تھی، موانست تھی، بات میں اثر تھا، دعامیں قبولیت تھی۔ خدام پروانہ وار حلقہ باندھ کر آپ کے پاس بیٹھتے تھے اور دلوں سے زنگ خود بخود دُھلتا جاتا تھا۔ بے صبری، کینہ، حسد، ظلم، عداوت، گندگی، حرص دنیا، بد خواہی، پردہ دری، غیبت، کذب، بے حیائی، ناشکری، تکبر، کم ہمتی، بخل، ترش روئی وکج خلقی، بزدلی، چالاکی، فحشاء، بغاوت، عجز، کسل، ناامیدی، ریا، تفاخر ناجائز، دل دُکھانا، استہزاء، تمسخر، بدظنی، بے غیرتی، تہمت لگانا، دھوکا، اسراف وتبذیر، بے احتیاطی، چغلی، لگائی بجھائی، بے استقلالی، لجاجت، بیوفائی، لغو حرکات یا فضولیات میں انہماک، ناجائز بحث و مباحثہ، پرخوری، کن رسی، افشائے عیب، گالی، ایذا رسانی، سفلہ پن، ناجائز طرفداری، خود بینی، کسی کے دُکھ میں خوشی محسوس کرنا، وقت کو ضائع کرنا ان سب باتوں سے آپ کوسوں دور تھے۔ آپ فصیح وبلیغ تھے۔ نہایت عقلمند تھے۔ دور اندیش تھے۔ سچے تارک الدنیا تھے۔ سلطان القلم تھے۔ اور حسب ذیل باتوں میں آپ کو خاص خصوصیت تھی۔ خدا اور اس کے رسول کا عشق، شجاعت، محنت، توحید و توکل علی اللہ، مہمان نوازی، خاکساری، اور نمایاں پہلو آپ کے اخلاق کا یہ تھا کہ کسی کی دل آزاری کو نہایت ہی ناپسند فرماتے تھے۔ اور اگر کسی اور کو بھی ایسا کرتے دیکھ پاتے تو منع کرتے۔ آپ باجماعت نماز کی پابندی کرنے والے تہجد گزار، دعا پر یقین رکھنے والے، سوائے مرض یا سفر کے روزہ رکھنے والے، سادہ عادات والے، سخت مشقت برداشت کرنے والے، اور ساری عمر جہاد میں گزارنے والے تھے۔ آپ نے انتقام بھی لیا ہے، آپ نے سزا بھی دی ہے، آپ نے جائز سختی بھی کی ہے۔ تادیب بھی فرمائی ہے۔ یہاں تک کہ تادیباً بعض دفعہ بچہ کو مارا بھی ہے۔ ملازموں کو یا بعض غلط کار لوگوں کو نکال بھی دیا ہے۔ تقریر وتحریر میں سختی بھی کی ہے۔ عزیزوں سے قطع تعلق بھی کیا ہے بعض دفعہ سلسلہ کے دشمن کی پردہ دری بھی کی ہے۔ (مثلاً مولوی محمد حسین بٹالوی کے مہدی کے انکار کا خفیہ پمفلٹ) بددعا بھی کی ہے۔ مگر اس قسم کی ہر بات ضرورتاً اور رضائے الٰہی اور دین کے مفاد کے لئے کی ہے۔ نہ کہ ذاتی غرض سے۔ آپ نے جھوٹے کو جھوٹا کہا۔ جنہیں زنیم یا لئیم لکھا وہ واقعی زنیم اور لئیم تھے۔ جن مسلمانوں کو غیر مسلم لکھا وہ واقعی غیر مسلم بلکہ اسلام کے خلاف غیر مسلموں سے بھی بڑھ کر تھے۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ آپ کے رحم اور عفو اور نرمی اور حلم والی صفات کا پہلو بہت غالب تھا۔ یہاں تک کہ اس کے غلبہ کی وجہ سے دوسرا پہلو عام حالات میں نظر بھی نہیں آتا تھا۔ آپ کو کسی نشہ کی عادت نہ تھی، کوئی لغو حرکت نہ کرتے تھے۔ خدا کی عزت اور دین کی غیرت کے آگے کسی کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ آپ نے ایک بار اعلانیہ ذبِ تہمت بھی کیا۔ ایک مرتبہ دشمن پر مقدمہ میں خرچ پڑا تو آپ نے اس کی درخواست پر اسے معاف کر دیا۔ ایک فریق نے آپ پر قتل کا الزام لگا کر آپ کو پھانسی دلانا چاہی مگر حاکم پر ظاہر ہو گیا اور اس نے آپ کو کہا کہ آپ ان پر قانوناً دعویٰ دائر کر کے سزا دلا سکتے ہیں۔ مگر آپ نے درگزر کیا۔ آپ کے وکیل نے عدالت میں آپ کے دشمن پر اس کے نسب کے متعلق جرح کرنی چاہی، مگر آپ

نے اسے روک دیا۔غرض یہ آپ نے اخلاق کا وہ پہلو دنیا کے سامنے پیش کیا جو معجزانہ تھا،آپ سراپا حسن تھے،احسان تھے،اور اگر کسی شخص کا مثیل آپ کو کہا جا سکتا ہے تو وہ صرف حضرت محمد ﷺ ہیں اور بس۔آپ کے اخلاق کے اس بیان کے وقت قریباً ہر خلق کے متعلق میں نے دیکھا کہ میں اس کی مثال بیان کر سکتا ہوں۔یہ نہیں کہ میں نے یونہی کہہ دیا ہے۔میں نے آپ کو اس وقت دیکھا جب میں دو سال کا بچہ تھا۔پھر آپ میری آنکھوں سے اس وقت غائب ہوئے جب میں 27 سال کا جوان تھا۔مگر میں خدا کی قسم کھا کر بیان کرتا ہوں کہ میں نے آپ سے بہتر،آپ سے زیادہ خلیق،آپ سے زیادہ نیک،آپ سے زیادہ بزرگ، آپ سے زیادہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت میں غرق کوئی شخص نہیں دیکھا۔آپ ایک نور تھے جو انسانوں کے لئے اس دنیا پر ظاہر ہوا اور ایک رحمت کی بارش تھے۔جو ایمان کی ایک لمبی خشک سالی کے بعد اس زمین پر برسی۔اور اسے شاداب کر گئی۔اگر حضرت عائشہؓ نے آنحضرت ﷺ کی نسبت یہ بات سچی کہی تھی کہ ''کان خلقه القرآن''،تو ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نسبت اس طرح یہ کہہ سکتے ہیں کہ ''کان خلقه حب محمد و اتباعه علیه الصلوٰة''

(مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ کی مشاہداتی گواہی از سیرۃ المہدی حصہ سوم صفحہ 306-308)

ہتھیلی کی لکیریں

مدثر احمد نقاش،فن لینڈ

نوٹ: دست شناسوں اور توہم پرستوں کے خام خیال معتقدین کے نام۔

ارے پاگل! لکیریں معتبر نہیں ہوتیں
نجومی غلط کہتا ہے کہ مستقبل میں ہم دونوں نے ہم سفر نہیں بننا
مقدر کی یہ تحریریں کسی نے بے دھیانی میں کھینچ دی ہوں گی
ہمارے ہاتھ پر شاید کسی نے غلط فہمی میں لکیریں کھینچ دی ہوں گی
مری مانو! لکیریں معتبر نہیں ہوتیں
لکیروں کے جھمیلوں سے نکل آؤ۔چلے آؤ
محبت سے تم اپنا ہاتھ دو اک بار میرے ہاتھوں میں
ہمارے ہاتھ مل کر نئی لکیریں کھینچ سکتے ہیں
مرا وعدہ رہا تم سے اگر تم ساتھ دو میرا
ہتھیلی کی یہ تحریریں خود اپنے ہاتھ پر لکھ کر نجومی کو دکھاؤں گا۔۔
تجھے اپنا بناؤں گا
مرا ایماں نہیں گر ہاتھ کی لکیروں پر
مگر یہ ایمانِ کامل ہے
مرے ہاتھوں کے اوپر اک مقدس ہاتھ ہے ایسا
اگر اٹھ جائے کسی کے حق میں وہ بارگاہِ الٰہی میں
محبت سے تم اپنا ہاتھ دو اک بار میرے ہاتھوں میں
یقیں جانو! میں اپنے ہاتھ پر ار بوں لکیریں کھینچ سکتا ہوں
ارے پاگل! تمہیں پانے کی خواہش میں
ہتھیلی پر لکیریں کیا میں سرسوں بیج سکتا ہوں
نجومی غلط کہتا ہے کہ مستقبل میں ہم دونوں نے ہم سفر نہیں بننا
مری مانو! لکیریں معتبر نہیں ہوتیں
لکیروں کے جھمیلوں سے نکل آؤ۔چلے آؤ
لکیریں خود بخود کھینچی چلی آتی ہیں ہاتھوں پر
مقدر کی بگڑتی بھی سنور جاتی ہیں تقدیریں
نجومی غلط کہتا ہے کہ مستقبل میں ہم دونوں نے ہم سفر نہیں بننا
مری مانو! لکیریں معتبر نہیں ہوتیں
لکیروں کے جھمیلوں سے نکل آؤ
چلے آؤ

تبرکات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

مرسلہ: بشریٰ بشیر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان گنت سچائی کے نشانات میں سے ایک عظیم الشان نشان دسمبر 1886ء کے جلسہء مذاہبِ عالم میں پڑھا جانے والا ایک مضمون ہے جس کے بارے میں آپ نے قبل از وقت بذریعہ اشتہار یہ اطلاع دے دی تھی کہ مجھے بذریعہ الہام یہ اطلاع دی گئی ہے کہ میرا مضمون تمام مضامین سے بالا رہے گا۔

''سچائی کے طالبوں کیلئے ایک عظیم الشان خوشخبری'' کے عنوان سے تحریر فرمایا:

''جلسہء مذاہب عالم جو لاہور ٹاؤن ہال میں 26,27,28 دسمبر 1886ء کو ہوگا اس میں اس عاجز کا مضمون قرآن شریف کے کمالات اور معجزات کے بارے میں پڑھا جائے گا۔ یہ وہ مضمون ہے جو انسانی طاقتوں سے برتر اور خُدا کے نشانوں میں سے ایک ہے جو خاص اُسکی تائید سے لکھا گیا ہے۔ اس میں قُرآن شریف کے وہ حقائق اور معارف درج ہیں جن سے آفتاب کی طرح روشن ہوجائے گا کہ درحقیقت یہ خدا کا کلام اور ربُّ العالمین کی کتاب ہے۔ اور جو شخص اس مضمون کو اول سے آخر تک پانچوں سوالوں کے جواب سُنے گا میں یقین کرتا ہوں کہ ایک نیا ایمان اُس میں پیدا ہوگا اور ایک نیا نُور اُس میں چمک اُٹھے گا اور خدائے تعالیٰ کے کلام کی ایک جامع تفسیر اُسکے ہاتھ آجائے گی۔ یہ میری تقریر انسانی فضولیوں سے پاک اور لاف و گزاف سے منزّہ ہے۔ مجھے اس وقت بنی آدم کی ہمدردی نے اس اشتہار کے لکھنے کیلئے مجبور کیا ہے کہ تا وہ قرآن شریف کے حُسن و جمال کا مشاہدہ کریں اور دیکھیں کہ ہمارے مخالفوں کا کس قدر ظلم ہے کہ وہ تاریکی سے محبت کرتے ہیں اور اس نُور سے نفرت رکھتے ہیں۔ مجھے خدائے علیم نے الہام سے مطلع فرمایا ہے کہ یہ وہ مضمون ہے جو سب پر غالب آئے گا۔ اور اس میں سچائی اور حکمت اور معرفت کا وہ نُور ہے جو دوسری قومیں بشرطیکہ حاضر ہوں اور اس کو اوّل سے آخر تک سُنیں شرمندہ ہوجائیں گی اور ہرگز قادر نہیں ہونگے کہ اپنی کتابوں کے یہ کمال دکھا سکیں۔ خواہ وہ عیسائی ہوں، خواہ آریہ، سناتن دھرم والے یا کوئی اَور۔ کیونکہ خُدائے تعالیٰ نے یہ ارادہ فرمایا ہے کہ اُس روز اُسکی پاک کتاب کا جلوہ ظاہر ہو۔ مَیں نے عالمِ کشف میں اسکے متعلق دیکھا ہے کہ میرے محل پر غیب سے ایک ہاتھ مارا گیا ہے اور اس ہاتھ کے چُھونے سے اس محل میں سے ایک نُور ساطعہ نکلا جو اردگرد پھیل گیا اور میرے ہاتھوں پر بھی اسکی روشنی پڑی۔ تب ایک شخص جو میرے پاس کھڑا تھا وہ بلند آواز سے بولا۔ اللّٰہُ اکبر خَرِبَتْ خَیْبر۔ اسکی تعبیر یہ ہے کہ اس محل سے میرا دل مُراد ہے جو جائے نزول و حلولِ انوار ہے اور وہ نُورِ قُرآنی معارف ہیں اور خیبر سے مُراد تمام خراب مذاہب ہیں جن میں شرک اور باطل کی ملونی ہے اور انسان کو خدا کی جگہ دی گئی ہے یا خُدا کی صفات کو اپنے کامل محل سے نیچے گرایا گیا ہے۔ سو مجھے بتلایا گیا کہ اس مضمون کے خوب پھیلنے کے بعد جھوٹے مذہبوں کا جُھوٹ کُھل جائے گا اور قرآن کی سچائی دن بدن زمین پر پھیلتی جائے گی جب تک کہ اپنا دائرہ پورا کرلے۔ پھر مَیں اس کشفی حالت سے الہام کی طرف منتقل کیا گیا اور مجھے یہ الہام ہوا:

اِنَّ اللّٰہَ مَعَکَ۔ اِنَّ اللّٰہَ یَقُوْمُ اَیْنَمَا قُمْتَ۔ یعنی خُدا تیرے ساتھ ہے خُدا وہیں کھڑا ہوتا ہے جہاں تُو کھڑا ہو۔ یہ حمایت الٰہی کیلئے ایک استعارہ ہے۔ اب میں زیادہ لکھنا نہیں چاہتا۔ ہر ایک کو یہی اطلاع دیتا ہوں کہ اپنا اپنا حرج کرکے بھی ان معارف کے سُننے کیلئے ضرور بمقام لاہور آویں کہ اُنکی عقل اور ایمان کو اس سے وہ فائدے حاصل ہونگے کہ وہ گمان نہیں کرسکتے ہوں گے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھُدیٰ۔''

(انجام آتھم صفحہ 299 حاشیہ)

''مَیں نے جنابِ الٰہی میں دُعا کی کہ وہ مجھے ایسے مضمون القاء کرے جو اس مجمع کی تمام تقریروں پر غالب رہے۔ مَیں نے دُعا کے بعد دیکھا کہ ایک قوت میرے اندر پھونک دی گئی ہے۔ مَیں نے اُس آسمانی قوت کی ایک حرکت اپنے اندر محسوس کی اور میرے دوست جو اس وقت حاضر تھے جانتے ہیں کہ مَیں نے اُس مضمون کا کوئی مسوّدہ نہیں لکھا۔ جو کچھ لکھا وہ قلم برداشتہ لکھا تھا اور ایسی تیزی اور جلدی سے مَیں لکھتا جاتا تھا کہ نقل کرنے والے کیلئے مشکل ہوگیا کہ اس قدر جلدی سے اسکی نقل لکھے۔ جب میں مضمون ختم کرچکا تو خُدائے تعالیٰ کی طرف

سے یہ الہام ہوا کہ ''مضمون بالا رہا''۔ خلاصہ کلام یہ کہ جب وہ مضمون اس مجمع میں پڑھا گیا تو اُسکے پڑھنے کے وقت سامعین کے لئے ایک عالمِ وجد تھا اور ہر ایک طرف سے تحسین کی آواز تھی یہاں تک کہ ایک ہندو صاحب جو صدر نشین اس مجمع کے تھے اُن کے منہ سے بھی بے اختیار نکل گیا کہ ''یہ مضمون تمام مضامین سے بالا رہا''۔ سوال اور ملٹری گزٹ جو لاہور سے انگریزی میں ایک اخبار نکلتا ہے اُس نے بھی شہادت کے طور پر شائع کیا کہ یہ مضمون بالا رہا اور شاید بیس کے قریب ایسے اُردو اخبار بھی ہونگے جنہوں نے یہی شہادت دی اور اُس مجمع میں بجز بعض متعصب لوگوں کے تمام زبانوں پر یہی تھا کہ یہی مضمون فتح یاب ہوا اور آج تک صدہا آدمی ایسے موجود ہیں جو یہی گواہی دے رہے ہیں۔ غرض ہر ایک فرقہ کی شہادت اور نیز انگریزی اخباروں کی شہادت سے میری پیشگوئی پوری ہوگئی کہ ''مضمون بالا رہا''۔ یہ مُقابلہ اُس مقابلہ کی مانند تھا جو موسیٰ ؑ کو ساحروں کے ساتھ کرنا پڑا تھا کیونکہ اس مجمع میں مختلف خیالات کے آدمیوں نے اپنے اپنے مذہب کے متعلق تقریریں سُنائی تھیں جن میں سے بعض عیسائی تھے اور بعض سناتن دھرم کے ہندو اور بعض آریہ سماج کے ہندو اور بعض برہمو اور بعض سکھ اور بعض ہمارے مخالف مسلمان تھے اور سب نے اپنی اپنی لاٹھیوں کے خیالی سانپ بنائے تھے لیکن جب خُدا نے میرے ہاتھ اسلامی راستی کا عصا ایک پاک اور پُر معارف تقریر کے پیرایہ میں ان کے مقابل پر چھوڑا تو وہ ''اژدھا'' بن کر سب کو نگل گیا۔ اور آج تک قوم میں میری تقریر کا تعریف کے ساتھ چرچا ہے جو میرے مُنہ سے نکلی تھی۔ فَالْحَمْدُلِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ 278-279)

اسلامی اصول کی فلاسفی

امتہ الباری ناصر

ہیں جس میں نورِ حق کی شعائیں یہ وہ کتاب   جس کی سطر سطر پہ دعائیں یہ وہ کتاب

جس کی کلامِ پاک کی آیات پر بناء   ہیں جس میں آنحضورؐ کی باتیں یہ وہ کتاب

فتح و ظفر ہے جس کے مقدر میں تا ابد   خیبر شِکن ہیں جس کی ادائیں یہ وہ کتاب

مضمون جس کے سر پہ ہے 'بالا رہا' کا تاج   جس پر خدا کی خاص نگاہیں یہ وہ کتاب

توقیر جس سے جملہ کتابوں کی بڑھ گئی   قربان جائیں جس پہ کتابیں یہ وہ کتاب

الفاظ جن کے آگے جواہر بھی ماند ہیں   پڑھنے لگیں تو پڑھتے ہی جائیں یہ وہ کتاب

سَو سال سے گواہ ہیں خوش بخت قارئین   اک بار پڑھ کے بھول نہ پائیں یہ وہ کتاب

موت و حیات و عاقبتؔ عرفان ، آگہی   حل اس میں سارے عُقدوں کا پائیں یہ وہ کتاب

ذات و صفاتِ یار کی تصویر ہوبہو   مہدی کے منہ سے مولا کی باتیں یہ وہ کتاب

قرآن کریم کا عظیم مقام و مرتبہ، اعلیٰ وارفع عظمت وشان اور بزرگی وہم وگمان سے برتر ہے

قرآن کریم کی کوئی آیت ناسخ یا منسوخ نہیں

قرآن شریف نے اپنا بے نظیر ہونا آپ ظاہر فرمادیا ہے

مکرم نذیر احمد خادم صاحب۔ ربوہ

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا بزرگ کلام ہے، کامل، آخری اور ابدی شریعت ہے اس کا ہر حرف، ہر لفظ غیر متبدل اور قیامت تک قائم رہنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ اور ذکر للعالمین قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ:

هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّ مَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ (ال عمرٰن:139)

''یہ لوگوں کے لئے (کھوٹے کھرے میں تمیز کردینے والا) ایک بیان ہے اور ہدایت اور نصیحت ہے متقیوں کے لئے۔''

یہ ساری دنیا کے تمام لوگوں کے لئے کتاب ہدایت ہے اسی لئے فرمایا کہ:

فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا (الفرقان:53)

''پس کافروں کی پیروی نہ کر اور اس (قرآن) کے ذریعہ اُن سے ایک بڑا جہاد کر۔''

پھر فرمایا: لَا رَيْبَ فِيْهِ کہ اس میں کسی قسم کا ناسخ و منسوخ وغیرہ کا کوئی عیب اور شک وشبہ اور اسی طرح کوئی کمی، کجی اور کمزوری نہیں ہے کیونکہ اس کا تو نزول ہی ایسے تمام اندھیروں، ظلمات اور تاریکیوں کو دور کرنے کے لئے اور انسانی قلوب کو یقین کامل اور محبت وقرب الٰہی کے نور سے معمور کرنے کے لئے ہوا ہے۔ یہ اپنی تفسیر آپ کرتا ہے اور يُفَسِّرُ بَعْضُهٗ بَعْضًا کا مصداق ہے۔ قرآن کریم زندہ اور زندگی بخش کتاب ہے۔ اس کی ہر بات، ہر حکم اور ہر تعلیم واضح، روشن اور ابہام سے پاک اور روشنی اور نور عطا کرنے والی ہے اور یہ کتاب حق کل عالم میں شکوک وشبہات کی تاریک وادیوں میں بھٹکنے والی تمام نسل انسانی کے لئے حق وصداقت کا آفتاب عالمتاب ہے۔

قرآن کریم وہ کلام اللہ ہے جس کا عظیم مقام ومرتبہ اور جس کی اعلیٰ وارفع عظمت وشان اور بزرگی وہم وگمان سے برتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی اس بے مثل وبے مانند اور بے نظیر کتاب میں اس کی مثل لانے کا چیلنج دے رکھا ہے جو کہ چودہ سو سال سے موجود ہے مگر باوجود کوشش کے کوئی اس کی ایک آیت کی مثل لانے پر بھی آج تک قادر نہیں ہوسکا اور نہ ہی قیامت تک کوئی اس ابدی وکامل شریعت کی مثل لانے میں کامیاب ہوگا۔ ربّ جلیل وقدیر فرماتا ہے کہ:

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا (بنی اسرآئیل:89)

''تُو کہہ دے کہ اگر جنّ وانس سب اکٹھے ہوجائیں کہ اس قرآن کی مثل لے آئیں تو وہ اس کی مثل نہیں لاسکیں گے خواہ ان میں سے بعض بعض کے مددگار ہوں۔''

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''قرآن شریف وہ کتاب ہے جس نے اپنی عظمتوں، اپنی حکمتوں، اپنی صداقتوں، اپنی بلاغتوں، اپنے لطائف ونکات، اپنے انوار روحانی کا آپ دعویٰ کیا ہے اور اپنا بے نظیر ہونا آپ ظاہر فرمادیا ہے۔ یہ بات ہرگز نہیں کہ صرف مسلمانوں نے فقط اپنے خیال میں اس کی خوبیوں کو قرار دے دیا ہے بلکہ وہ تو خود اپنی خوبیوں اور اپنے کمالات کو بیان فرماتا ہے اور اپنا بے مثل ومانند ہونا تمام مخلوقات کے مقابلہ پر پیش کر رہا ہے اور بلند آواز سے هل من معارض کا نقارہ بجا رہا ہے اور دقائق حقائق اس کے صرف دو تین نہیں جس میں کوئی نادان شک بھی کرے بلکہ اس کے دقائق تو بحر ذخار کی طرح جوش مار رہے ہیں اور آسمان کے ستاروں کی طرح جہاں نظر ڈالو چمکتے نظر آتے ہیں۔

کوئی صداقت نہیں جو اُس سے باہر ہو، کوئی حکمت نہیں جو اس کے محیطِ بیان سے رہ گئی ہو۔ کوئی نور نہیں جو اس کی متابعت سے نہ ملتا ہو اور یہ باتیں بلا ثبوت نہیں۔ کوئی ایسا امر نہیں جو صرف زبان سے کہا جاتا ہے بلکہ یہ وہ محقق اور بدیہی الثبوت صداقت ہے کہ جو تیرہ سو برس سے برابر اپنی روشنی دکھلاتی چلی آئی ہے۔''

(براھین احمدیہ حصہ چھارم، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 662-664 حاشیہ نمبر 11)

قرآن عظیم کی طرف ناسخ ومنسوخ کا عیب اور کمزوری منسوب کرنے کی بجائے اس کی عظمت وشان کے آگے اپنے سر جھکا دینے چاہئیں۔ اس کی ہدایات وتعلیمات کے نور سے اپنے سینوں کو منور کر کے اس کی برکتوں سے اپنی جھولیاں بھرنی چاہئیں۔ یہ وقت اہل عالم کے سامنے قرآن کریم کی حقیقی شان اور علوم کی منادی کرنے اور وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا کا فریضہ سرانجام دینے کا ہے اور حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ہمنوا ہو کر قرآن کریم کی محبت وعظمت کے یہ گیت گانے کا وقت ہے:

جمال وحسن قرآں نور جان ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے
دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ میرا یہی ہے

جن خوش نصیبوں کو قرآن حکیم کی عظمت وشان اور اُس کے بے مثل وبے نظیر اعلیٰ مقام کا عرفان حاصل ہے اور جو قرآن کریم کے عشق سے سرشار ہیں اُن کا ایمان وایقان اور وجدان ایک لمحہ کے لئے بھی یہ بات تسلیم نہیں کر سکتا کہ خدائے علیم وخبیر کی اس زندہ اور زندگی بخش کامل کتاب اور ابدی شریعت میں کہیں کوئی ایسی بات، حکم یا آیت بھی موجود ہو سکتی ہے جو ناسخ ومنسوخ ہو کیونکہ وہ اس جمال وحسن کے مرقع کے خوبصورت چہرے پر ایسا کوئی بدنما داغ اور دھبہ برداشت ہی نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ؕ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (البقرة:107)

''جو آیت بھی ہم منسوخ کر دیں یا اُسے بُھلا دیں، اُس سے بہتر یا اُس جیسی ضرور لے آتے ہیں۔ کیا تُو نہیں جانتا کہ اللہ ہر چیز پر جسے وہ چاہے دائمی قدرت رکھتا ہے؟''

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ کے لغوی معنی بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ:

''نَسَخَ الشَّیْءَ کے معنے ہیں اَزَالَهٗ وَاَبْطَلَهٗ وَمَسَخَهٗ۔ اُس نے کسی چیز کو مٹا دیا۔ باطل کر دیا اور مسخ کر دیا۔ نُنْسِهَا: اَنْسَى الرَّجُلُ الشَّیْءَ کے معنے ہیں حَمَلَهٗ عَلٰى نِسْيَانِهٖ۔ اُسے بھول جانے پر آمادہ کر دیا۔ پس نُنْسِهَا کے معنے ہیں ہم بھلوا دیں اور ذہنوں سے محو کر دیں۔ اَلْاٰيَةُ کے معنے ہیں اَلرِّسَالَةُ۔ رسالت۔'' (تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 95)

اس بارہ میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''اس سے یہ مراد نہیں کہ ہم قرآن شریف کی کسی آیت کو منسوخ کر دیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب ہم کسی نشان کو ٹلا دیتے ہیں تو اس سے بہتر نشان لے آتے ہیں یا کم سے کم ویسا ہی نشان اور ظاہر کرتے ہیں تا کہ دنیا کے لئے ہدایت کا موجب بنے۔

مفسرین نے اس کے یہ معنے کئے ہیں کہ جب قرآن کی کوئی آیت منسوخ کی جائے تو ویسی ہی آیت اور آجاتی ہے۔ لیکن اگر کتاب ہی کی آیت مراد لینی ہو تو اس آیت کے یہ معنے لینے چاہئیں کہ اگر ہم تورات اور انجیل میں سے کسی حصہ کو منسوخ کریں، تو قرآن کریم میں یا تو ویسی ہی تعلیم نازل کر دیں گے یا اس سے بہتر نازل کر دیں گے۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں۔ نہ قیامت تک منسوخ ہوگی۔''

(حاشیہ تفسیر صغیر زیر آیت سورۃ البقرۃ 107)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت پر اپنے تفسیری نوٹ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

''اس آیت میں بھی عموماً مفسرین غلطی کھاتے ہیں جو یہ ترجمہ کرتے ہیں کہ جو آیت اللہ نے قرآن کریم میں اتاری ہے وہ منسوخ بھی ہو سکتی ہے اور ہم اس سے بہتر آیت لا سکتے ہیں۔ اس کے نتیجہ میں ناسخ منسوخ کا بہت لمبا جھگڑا چل پڑا۔ مفسرین نے تقریباً سو آیات کو ناسخ اور پانچ سو آیات کو منسوخ قرار دے دیا۔ حالانکہ قرآن کریم کا ایک شعشہ بھی منسوخ نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے پہلے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے وقت تک یہ ساری ناسخ ومنسوخ آیات

حل ہو چکی تھیں سوائے پانچ کے اور حضرت مسیح موعودؑ کے علمِ کلام کی برکت سے یہ پانچ آیات بھی حل ہو گئیں ۔ جماعت احمدیہ کا عقیدہ ہے کہ قرآن کریم کا ایک شعشہ بھی منسوخ نہیں ۔ یہاں آیت سے مراد پہلی شریعتیں ہیں جب بھی وہ منسوخ ہوئیں یا بھلا دی گئیں تو ویسی ہی یا اُن سے بہتر نازل کر دی گئیں ۔''

(حاشیہ ترجمۃ القرآن از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ زیر آیت سورۃ البقرۃ:107)

مفسرین کو قرآن کریم کی مندرجہ بالا آیت کریمہ سمجھنے میں غلطی لگی ہے اور انہوں نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ قرآن کریم میں بعض آیات ناسخ اور بعض منسوخ ہیں حالانکہ حق یہ ہے کہ قرآن کریم میں بسم اللہ کی ''ب'' سے لے کر والناس کی ''س'' تک کوئی ایک آیت بھی نہ ناسخ ہے اور نہ منسوخ ہے ۔ اصل بات یہ ہے کہ قائدین نسخ فی القرآن کو جب کسی آیت کی سمجھ نہیں آتی اور اپنی عقل اور فہم کے اسلوب کی وجہ سے سمجھتے ہیں کہ فلاں آیت دوسری فلاں آیت کے مخالف یا متزاد مفہوم رکھتی ہے تو وہ ان میں سے ایک کو ناسخ اور دوسری کو منسوخ قرار دے دیتے ہیں حالانکہ قرآن کریم کی کسی ایک آیت کا مفہوم دوسری آیت سے مختلف اور متزاد ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو لَا رَیْبَ فِیْہِ کے مصداق قرار دیا ہے کہ اس میں کسی قسم کا کوئی شک وشبہ نہیں پایا جاتا پھر اگر کوئی دو آیات ایک دوسری سے مختلف مفہوم رکھتی ہوں تو اس سے شک وشبہ کے علاوہ قرآن کریم میں اختلاف ماننا پڑے گا جب کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس عظیم کلام کے بارہ میں دنیا کو یہ چیلنج دے رکھا ہے کہ:

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا (النّسآء:83)

''پس کیا وہ قرآن پر تدبّر نہیں کرتے ؟ حالانکہ اگر وہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے ۔''

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو کامل کتاب اور کامل شریعت قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (المآئدۃ:4)

''آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر میں نے اپنی نعمت تمام کر دی ہے اور میں نے اسلام کو تمہارے لئے دین کے طور پر پسند کر لیا ہے ۔''

قرآن کریم کے اُسے کامل کتاب اور کامل شریعت قرار دینے کے اس عظیم الشان اور باطل شکن اعلان کو نظر انداز کر کے ہمارے مفسرین ناسخ ومنسوخ کی بحث اُٹھا کر اپنا سارا زورِ قلم اور زورِ کلام قرآن کریم کو نامکمل اور اختلافات سے معمور شریعت اور شکوک وشبہات سے لبریز کلام ثابت کرنے پر صرف کر رہے ہیں گویا

ع خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں

جماعت احمدیہ کے بانی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام اس بارہ میں فرماتے ہیں کہ:

''ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ خدا تعالیٰ قرآن کریم کے بعض احکام کو منسوخ کر دے یا اُن میں اضافہ کرے اور اپنے وعدہ کی خلاف ورزی کرے اور بھول جائے کہ وہ قرآن کریم کو کامل کر چکا ہے اور اس طرح دین متین میں فتنے پیدا ہونے کی راہ کھول دے ۔''

(آئینہ کمالات اسلام ، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 377)

''اور حق یہی ہے کہ حقیقی نسخ اور حقیقی زیادت قرآن پر جائز نہیں کیونکہ اس سے اس کی تکذیب لازم آتی ہے ۔''

(الحق مباحثہ لدھیانہ ، روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 93)

جماعت احمدیہ کے پہلے خلیفہ حضرت مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نسخ فی القرآن کے بارہ میں فرماتے ہیں:

''یہ بات کہ (قرآن مجید میں) نسخ ہے یا نہیں؟ اس کے متعلق جہاں تک میرا فہم ہے مَیں یہی کہوں گا کہ آج تک کوئی ایسی آیت نظر نہیں آئی جو منسوخ اور موجود فی القرآن ہو ۔ حضرت نبی کریم ﷺ یا ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زبان سے بھی کوئی ایسا لفظ مروی نہیں جس سے ایسی آیات کا موجود فی القرآن ہونا پایا جاتا ہو ۔''

(حقائق الفرقان جلد اوّل صفحہ 216)

سیدنا حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

''اس وقت جو قرآن کریم دنیا میں موجود ہے اُس میں ہرگز کوئی اختلاف نہیں جس کے مٹانے کے لئے قیاساً ہمیں کسی نسخ کے جواب کا فتویٰ دینا پڑے ۔ وہ اپنی

موجودہ صورت میں کامل اور بے عیب ہے اور اسلام کے تمام مخالفین مل کر بھی اگر اس میں کوئی اختلاف ثابت کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے۔''

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 101)

قائلین نسخ فی القرآن کے چند اقتباسات

''مفتیٔ اعظم پاکستان'' مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اپنی تفسیر معارف القرآن شائع کردہ سروسز بک کلب میں سورۃ البقرۃ آیت مَا نَنسَخْ مِنْ اٰیَةٍ اَوْ نُنْسِهَا......الخ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

(1)''مَا نَنسَخْ مِنْ اٰیَةٍ اَوْ نُنْسِهَا، اس آیت میں کسی آیتِ قرآن کے منسوخ ہونے کی جتنی صورتیں ہو سکتی ہیں سب کو جمع کر دیا ہے۔''

(2)''امت میں یہ مسئلہ ہمیشہ اجماعی رہا ہے، صرف ابو مسلم اصفہانی اور چند معتزلہ نے وقوعِ نسخ کا انکار کیا ہے۔''

(3)''متقدمین نے تقریباً پانچ سو آیات قرآنی میں نسخ ثابت کیا تھا۔''

(4''علامہ سیوطیؒ نے صرف بیس آیتوں کو منسوخ قرار دیا، ان کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے......صرف پانچ آیتوں کو منسوخ فرمایا ہے......لیکن اس تقلیل کا یہ منشاء ہرگز نہیں ہو سکتا کہ مسئلہ نسخ اسلام یا قرآن پر کوئی عیب تھا جس کے ازالہ کی کوشش چودہ سو برس تک چلتی رہی، آخری انکشاف حضرت شاہ ولی اللہؒ کا ہوا۔ جس میں گھٹتے گھٹتے (ناسخ و منسوخ آیات کی تعداد۔ ناقل) پانچ رہ گئی۔''

(معارف القرآن جلد 1۔سروسز بک کلب 2001ء صفحہ 283 تا 286)

مفتی صاحب نے اپنی تفسیر میں نسخ فی القرآن کے حق میں غیر ضروری تفصیل وتطویل سے کام لیتے ہوئے جو دلائل لا طائل دیئے ہیں اُن سے وہ اپنے موقف کو ثابت نہیں کر سکے۔ یہ بھی قرآن کریم کا اعجاز ہے کہ مفتی صاحب کی محوّلہ بالا عبارت سے بھی عقیدہ نسخ فی القرآن کے تار و پود بکھرتے ہوئے نظر آتے ہیں جہاں (بقول مفتی صاحب) متقدمین نے پانچ سو آیات میں نسخ ثابت کیا وہاں علامہ سیوطیؒ نے اللہ تعالیٰ کے فرمان اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ...... الخ (النّسآء:83) کی تعمیل میں تدبر فی القرآن سے کام لیتے ہوئے متقدمین کی پانچ سو میں سے بیک جنبشِ قلم 480 آیات کو ناسخ و منسوخ کی فہرست میں سے خارج کر دیا جس سے ایسی آیات کی تعداد صرف بیس رہ گئی۔

بعد ازاں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے علامہ سیوطیؒ کی منسوخ قرار دی جانے والی بیس آیات میں سے مزید پندرہ آیات کو حل کر لیا اور منسوخ آیات کی تعداد محض پانچ رہ گئی۔ مگر قرآن عظیم جیسی کامل کتاب ابدی شریعت، دائمی دستور الحیات اور زندہ اور زندگی بخش کتاب میں پانچ منسوخ آیات کا پایا جانا بھی اُس کی عظمت وشان اور مقصد نزول کے سراسر منافی ہے اور یہ قرآن کریم کے روشن اور بے عیب چہرے پر ایک ہمالیہ جیسا بڑا داغ محسوس ہوتا ہے جسے مہدی دوران مسیح آخر الزمان حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے دور فرمایا اور یہ پُرشوکت اعلان فرمایا کہ قرآن کریم کی کوئی ایک آیت بھی منسوخ نہیں حتّٰی کہ حضور نے فرمایا کہ:

''قرآن کریم کا ایک شعشہ یا نقطہ منسوخ نہیں ہوگا۔''

(نشانِ آسمانی، روحانی خزائن جلد 4صفحہ 390)

اسی آیت کریمہ کی تفسیر کے تحت ڈاکٹر اسرار احمد صاحب تحریر کرتے ہیں کہ:

''پھر ناسخ و منسوخ کا مسئلہ قرآن میں بھی ہے۔ قرآن میں بھی تدریج کے ساتھ شریعت کی تکمیل ہوئی ہے......تو یہ ناسخ و منسوخ کا مسئلہ صرف سابقہ شریعتوں اور شریعت محمدیؐ کے مابین ہی نہیں بلکہ خود شریعت محمدیؐ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) میں بھی زمانی اعتبار سے ارتقاء ہوا ہے۔ مثال کے طور پر پہلے شراب کے بارہ میں حکم دیا گیا کہ نشے میں گناہ کا پہلو زیادہ ہے، اگر چہ کچھ فائدے بھی ہیں۔ اس کے بعد حکم آیا کہ شراب کے نشے میں ہو تو نماز کے قریب مت جاؤ۔ پھر سورۃ المائدہ میں آخری حکم آ گیا اور اسے گندا شیطانی کام قرار دے کر فرمایا گیا۔ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ (91)''تو کیا اب بھی باز آتے ہو یا نہیں؟'' اس طرح تدریجاً احکام آئے اور آخری حکم میں شراب حرام کر دی گئی۔''

(بیان القرآن حصہ اول از ڈاکٹر اسرار احمد۔ شائع کردہ انجمن خدام القرآن سرحد، پشاور، صفحہ 315-314)

ڈاکٹر صاحب نے شراب کا جو ذکر کیا ہے اس بارہ میں واضح ہو کہ وہ کوئی حکم نہیں بلکہ ایک خبر اور واقعہ ہے۔ خبر اور واقعہ منسوخ نہیں ہوا کرتا بلکہ حکم منسوخ ہوتا ہے لہٰذا یہاں شراب کی مثال جس کی حیثیت محض ایک خبر اور واقعہ کی ہے اُس کا بیان کرنا بے محل ہے۔

حضرت مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ اپنے زمانۂ طالب علمی کے دوران جبکہ آپ مدینہ منورہ میں تشریف فرما تھے اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"مدینہ طیبہ میں ایک ترک کو مجھ سے بہت محبت تھی۔اس نے کہا کہ اگر کوئی کتاب پسند ہو تو ہمارے کتب خانہ سے لے جایا کریں۔گو ہمارا قانون نہیں ہے مگر آپ کے اس عشق و محبت کی وجہ سے جو آپ کو قرآن کریم سے ہے۔آپ کو اجازت ہے۔میں نے کہا کہ مسئلہ ناسخ و منسوخ کے متعلق کوئی کتاب دو۔انہوں نے مجھے ایک کتاب دی۔جس میں چھ سو آیات منسوخ لکھی تھی۔مجھے یہ بات پسند نہ آئی۔ساری کتاب کو پڑھا اور مزا نہ آیا۔میں اس کتاب کو واپس لے گیا اور کہا کہ میں جوان آدمی ہوں اور خدا کے فضل سے یہ چھ سو آیتیں یاد کرسکتا ہوں مگر مجھے یہ کتاب پسند نہیں۔وہ بہت بوڑھے اور ماہر شخص تھے۔انہوں نے ایک اور کتاب دی جس کا نام اتقان تھا اور ایک مقام اس میں بتایا جہاں ناسخ و منسوخ کی بحث تھی۔خوشی ایسی چیز ہے کہ میں نے فوز الکبیر کو جو بمبئی میں پچاس روپے کی خریدی تھی ابھی پڑھا بھی نہیں تھا۔میں اتقان کو لایا اور پڑھنا شروع کیا۔اس میں لکھا تھا کہ انیس آیتیں منسوخ ہیں۔میں اس کو دیکھ کر بہت ہی خوش ہوا اور میں نے سوچا کہ انیس یا بیس آیتوں کو تو فوراً یاد کرلوں گا۔گو مجھے خوشی بہت ہوئی۔مگر مجھ کو ایسا قلب اور علم دیا گیا تھا کہ پھر بھی وہ کتاب مجھ کو پسند نہ آئی۔اب مجھ کو فوز الکبیر کا خیال آیا کہ اس کو بھی تو پڑھ کر دیکھیں۔اس کو پڑھا تو اس کے مصنف نے لکھا تھا کہ خدا تعالیٰ نے جو علم مجھے دیا ہے اس میں پانچ آیتیں منسوخ ہیں۔یہ پڑھ کر تو بہت ہی خوشی ہوئی۔میں نے جب ان پانچ پر غور کی تو خدا تعالیٰ نے مجھے سمجھ دی کہ یہ ناسخ و منسوخ کا جھگڑا ہی بے بنیاد ہے۔کوئی چھ سو بتاتا ہے کوئی انیس یا اکیس اور کوئی پانچ۔اس سے معلوم ہوا کہ یہ تو فہم کی بات ہے۔میں نے خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ قطعی فیصلہ کرلیا کہ ناسخ و منسوخ کا معاملہ صرف بندوں کے فہم پر ہے۔ان پانچ نے سب پر پانی پھیر دیا۔یہ فہم جب مجھے دیا گیا تو اس کے بعد ایک زمانہ میں میں لاہور کے اسٹیشن پر شام کو اترا۔بعض اسباب ایسے تھے کہ چینیانوالی مسجد میں گیا۔شام کی نماز کے لئے وضو کررہا تھا کہ مولوی محمد حسین بٹالوی کے بھائی علی محمد نے مجھ سے کہا کہ جب عمل قرآن مجید و حدیث پر ہوتا ہے تو ناسخ و منسوخ کیا بات ہے۔میں نے کہا کچھ نہیں۔وہ پڑھے ہوئے نہیں تھے۔گو میر ناصر کے استاد تھے انہوں نے اپنے بھائی سے ذکر کیا ہوگا۔ان دنوں جوان تھے اور بڑا جوش تھا۔میں نماز میں تھا اور وہ جوش سے ادھر ادھر ٹہلتے رہے۔جب میں نماز سے فارغ ہوا تو کہا ادھر آؤ۔تم نے میرے بھائی کو کہہ دیا کہ قرآن میں ناسخ و منسوخ نہیں۔میں نے کہا ہاں نہیں ہے۔تب بڑے جوش سے کہا کہ تم نے ابومسلم اصفہانی کی کتاب پڑھی ہے۔وہ احمق بھی قائل نہ تھا۔میں نے پھر کہا پھر تو ہم دو ہوگئے۔پھر اس نے کہا سید احمد کو جانتے ہو۔مراد آباد میں صدر الصدور ہے۔میں نے جواب دیا کہ رامپور لکھنؤ اور بھوپال کے عالموں کو جانتا ہوں ان کو نہیں جانتا۔اس پر کہا کہ وہ بھی قائل نہیں۔تب میں نے کہا بہت اچھا۔پھر ہم اب تین ہوگئے۔کہنے لگا کہ یہ سب بدعتی ہیں۔امام شوکانیؒ نے لکھا ہے کہ جو نسخ کا قائل نہیں وہ بدعتی ہے۔میں نے کہا تم دو ہوگئے۔میں ناسخ و منسوخ کا ایک آسان فیصلہ آپ کو بتاتا ہوں۔تم کوئی آیت پڑھ دو جو منسوخ ہو۔اس کے ساتھ ہی میرے دل میں خیال آیا کہ اگر یہ ان پانچ آیتوں میں سے پڑھ دے تو کیا جواب دوں۔خدا تعالیٰ ہی سمجھائے تو بات بنے۔اس نے ایک آیت پڑھی۔میں نے کہا فلاں کتاب نے جس کے تم بھی قائل ہو، اس کا جوب دیا ہے۔کہنے لگا ہاں۔پھر میں نے کہا اور پڑھو تو خاموش ہی ہوگیا۔علماء کو یہ وہم رہتا ہے۔ایسا نہ ہو کہ ہتک ہو۔اس لئے اس نے یہی غنیمت سمجھا کہ چپ رہے۔اس کے بعد پھر بھیرہ میں ایک شخص نے نسخ کا مسئلہ پوچھا اور میں نے اپنے فہم کے مناسب جواب دیا اور کہا کہ پانچ کے متعلق میری تحقیق نہیں۔تو اس دوست نے کہا کہ آپ ان پانچ پر نظر ڈال لیں۔میں نے تفسیر کبیر رازی میں بہ تفصیل ان مقامات کو دیکھا تو تین مقام خوب میری سمجھ میں آگئے اور دو سمجھ میں نہ آئے۔تفسیر کبیر میں اتنا تو لکھا ہے کہ شدت اور خفت کا فرق ہوگیا ہے۔پھر میں ایک مرتبہ ریل میں بیٹھا ہوا ایک کتاب پڑھ رہا تھا۔جیسے بجلی کوند جاتی ہے۔میں نے پڑھا کہ فلاں آیت منسوخ نہیں ہے۔میں بڑا خوش ہوا کہ اب تو چار مل گئیں۔صرف ایک ہی رہ گئی۔بڑی بڑی کتابوں کا تو کیا، میں چھٹ بھیّوں کی بھی پڑھ لیتا ہوں۔اس طرح پر ایک کتاب میں وہ پانچویں بھی مل گئی اور خدا کے فضل سے مسئلہ ناسخ و منسوخ حل ہوگیا۔"

(مرقاۃ الیقین صفحہ 122-124)

نسخ کے قائلین نسخ کی تائید میں قرآن کریم کی جو دوسری آیت پیش کرتے ہیں وہ درج ذیل ہے:

وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ وَّ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَا مُفْتَرٍ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (النحل:102)

"اور جب ہم کوئی آیت بدل کر اس کی جگہ دوسری آیت لے آتے ہیں اور اللہ بہتر جانتا ہے جو وہ نازل کرتا ہے، تو وہ کہتے ہیں کہ تُو محض ایک افترا کرنے والا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔"

حضرت مصلح موعودؓ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

(1)" تاریخ سے کوئی ایک آیت بھی ثابت نہیں ہوتی جسے بدل کر اس کی جگہ

دوسری آیت رکھی گئی ہو۔ اگر ایسا ہوتا تو قرآن کے سینکڑوں حافظ جنہوں نے رسول کریم ﷺ کی زندگی میں قرآن کریم کو حفظ کرلیا تھا اس امر کی شہادت دیتے کہ پہلے ہمیں فلاں آیت کے بعد فلاں آیت یاد کروائی گئی تھی لیکن اس کے بعد اسے بدل کر فلاں آیت یاد کرائی گئی۔ اس قسم کی شہادت کا نہ ملنا بتاتا ہے کہ اس بارہ میں جس قدر خیالات رائج ہیں ان کی بنیاد محض ظنّیات پر ہے نہ کہ علم پر۔

میں اس کا منکر نہیں کہ بعض احکام زمانہ نبویؐ میں بدلے گئے ہیں۔ مگر مجھے قرآنِ کریم کے کسی حکم کی نسبت ثبوت نہیں ملتا کہ پہلے اور طرح ہو اور بعد میں بدل دیا گیا ہو۔ میرے نزدیک جو احکام وقتی ہوتے تھے وہ غیر قرآنی وحی میں نازل ہوتے تھے۔ قرآن کریم میں اترتے ہی نہ تھے۔ اس لئے قرآن کریم کو بدلنے کی ضرورت ہی نہ ہوتی تھی۔

(2) اس پر یہ سوال ہوسکتا ہے کہ اگر آیاتِ قرآنیہ کو کبھی بدلا نہیں گیا تو اس آیت کے کیا معنے ہوئے؟ تو اس کا جوب یہ ہے کہ ایٰـۃ کے دو معنے جن میں یہ لفظ بالعموم قرآن کریم میں استعمال ہوا ہے۔ نشان آسمانی کے ہیں اور وہی اس جگہ مراد ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب ہم ایک نشان بدل کر اس کی جگہ دوسرا نشان لے آتے ہیں اور ایسا کرنا قابل اعتراض نہیں ہوتا کیونکہ اس امر کو تو اللہ ہی جانتا ہے کہ کونسا نشان کس موقعہ کے لئے مناسب ہے تو کفار اعتراض کرنے لگ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تُو تو جھوٹا ہے۔ مگر یہ اعتراض ان کا جہالت پر مبنی ہوتا ہے۔ یہ وہ قانون ہے جس کا ظہور ہر نبی کے زمانہ میں ہوتا ہے یعنی ہر نبی کو بعض انذاری باتیں بتائی جاتی ہیں جو درحقیقت مشروط ہوتی ہیں۔ مخاطب قوم کے قلوب کی حالت سے اگر وہ اپنے دل کی حالت بدل لیں تو وہ انذار کی خبر بھی ٹل جاتی ہے۔ جیسے قرآن کریم میں حضرت یونسؑ کی قوم کا واقعہ بیان فرمایا ہے کہ ان کی ہلاکت کی خبر حضرت یونسؑ کی معرفت دی گئی مگر بعد میں ان کی توبہ کی وجہ سے بدل دیا گیا۔(یونس رکوع 10)

یہ عام قانون انذاری پیشگوئیوں کے متعلق ہے کہ اگر مخالف توبہ کرلیں تو مقدر عذاب روک دیا جاتا ہے۔ ہاں وعدہ کی خبر ضرور پوری ہوکر رہتی ہے مگر اس کے متعلق بھی سنت اللہ یہ ہے کہ اگر وہ قوم جس سے وعدہ ہو پوری قربانی سے کام نہ لے یا پوری فرمانبرداری نہ دکھائے تو اس کے پورا ہونے میں تاخیر کردی جاتی ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب انہوں نے متواتر حضرت موسیٰؑ کی نافرمانی کی۔ تو وہ ارضِ موعودہ جس میں داخل کرنے کے لئے حضرت موسیٰؑ انہیں مصر سے نکال کر لائے تھے چالیس سال تک کے لئے اس کی فتح روک دی گئی اس کے موعود ہونے کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

یٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَۃَ الَّتِیْ کَتَبَ اللّٰہُ لَکُمْ (المائدۃ رکوع 4)۔"

(تفسیر کبیر جلد چھارم صفحہ 237-238)

سانحہ ارتحال

خاکسار کی اہلیہ محترمہ ارشاد بیگم صاحبہ 16 جنوری 2014ء کو کراچی میں وفات پا گئی ہیں۔ مرحومہ قریباً دو سال بعارضہ فالج بیمار رہیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں جنازہ ربوہ لے کر گئے جہاں مکرم محمد الدین ناز صاحب ناظر تعلیم القرآن نے نماز جنازہ پڑھائی اور مکرم جمیل الرحمٰن صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ نے تدفین کے بعد دعا کروائی بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین عمل میں آئی۔

مرحومہ بڑی مخلص اور وفادار شریک حیات تھی۔ زندگی کا بڑا حصہ تہران (ایران) میں گزرا ہے۔ جماعت کی خدمت گزار، صوم وصلوٰۃ کی پابند، خلافت سے محبت کرنے والی، نہایت معاملہ فہم، صائب الرائے، صابر شاکر اور مہمان نواز خاتون تھیں۔ حلقہ تیموریہ میں لجنہ کی صدر اور نائب نگران رہیں۔ اپنے بچوں کی نیک تربیت کے لئے دعا گو اور کوشاں رہتیں۔

دو بیٹے عزیزم عبدالوہاب بٹ اور عزیزم عطاء القیوم بٹ اور چار بیٹیاں عزیزہ امۃ الباسط اہلیہ ملک محمد حنیف صاحب عزیزہ امۃ النصیر اہلیہ سید ولید احمد صاحب عزیزہ امۃ الاعلیٰ اہلیہ طاہر عمران خان صاحب اور عزیزہ امۃ المتین مونا اہلیہ محمود احمد قریشی صاحب سوگوار چھوڑی ہیں۔ سب بچے اللہ کے فضل سے جماعت کے خدمت گزار ہیں۔

قارئین کرام سے مرحومہ کی مغفرت کے لئے درخواست دعا ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو اپنی خاص رحمتوں اور برکتوں کے سایہ میں اپنے قرب میں جگہ دے۔ آمین

ان کے بعد جو خلا آئے ہیں اللہ تعالیٰ اپنی رحمتوں سے بھر دے، ہمیں صبر جمیل کی توفیق دے۔ اپنی رضا پر راضی رکھے۔ آمین اللّٰھم آمین

خاکسار۔ احقر عبدالخالق بٹ
(سابق امیر جماعت ایران)
سیکرٹری تعلیم حلقہ النور کراچی

چودھری عبدالقادر آف فیروز والہ

صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام

عفت چودھری

آج میں اُن یادوں کو جمع کرنے کی کوشش میں ہوں جو میرے بچپن پر محیط ہیں۔ میری عمر اس وقت پینسٹھ سال ہے۔ اور میں امریکہ ورجینیا میں رہائش رکھتی ہوں۔ اُن مناظر کو بیان کرنے کی کوشش میں ہوں جو میرے ذہن کے کسی حصہ میں نقش ہیں۔ جبکہ میری عمر دس گیارہ برس تھی اور میں پانچویں کلاس کی طالبہ تھی۔ یہ خیال مجھے اکثر بے چین رکھتا ہے کہ میں اُس پیاری ہستی کا ذکر قارئین کے گوش گزار کروں جو ہمارے پیارے مسیح علیہ السلام کے شاہد کے طور پر دنیا میں ظہور پذیر ہوئی اور پھر چلی گئی۔ ہمارے پیارے مسیح موعود علیہ السلام نے مسیح ہونے کا دعویٰ کیا اور اللہ تعالیٰ نے ہر مقام پر ایک گواہ اس سچائی کا دنیا میں پیدا کر دیا۔ وہ مبارک ہستی وہ بزرگ انسان میرے نانا جان تھے۔ وہ فیروز والہ گاؤں میں پیدا ہوئے۔ اگرچہ میں نے اُن کا ذکر صرف اپنی ماں سے سُنا ہے مگر اُنکی جذباتیت سے اُس پیارے انسان کا احساس میرے دل و دماغ میں ایک گہری محبت کی طرح گڑھا ہوا ہے اور مجھے یہ سوچنے پر مجبور کر رہا ہے کہ جو بھی اُنکے واقعات میرے پاس موجود ہیں وہ سب قارئین کی امانت ہیں جو آج میں بیان کرونگی۔ تاکہ وہ نیک صحبت جو میری ماں کو اپنے باپ کی زندگی کے چند سال میسر آئی اُسے سب تک پہنچاؤں، انشاءاللہ تعالیٰ

کچھ فیروز والہ گاؤں کے متعلق بتاتی چلوں۔ ضلع گوجرانوالہ لاہور سے سفر کرتے ہوئے ہم گوجرانوالہ شہر میں داخل ہوں تو دائیں طرف کچھ ہی فاصلہ پر ایک چھوٹی سی سڑک نکلتی ہے۔ جس پر تقریباً دو تین میل کا سفر کرنے کے بعد فیروز والہ گاؤں کی حدود شروع ہو جاتی ہیں۔ گاؤں سے کوئی ایک فرلانگ پہلے ہی لڑکوں کے سکول کی ایک بڑی عمارت اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ گاؤں کی حدود شروع ہونے والی ہیں۔ گرمیوں کی تعطیلات میں ہم جب بھی اپنے ننھیال جاتے تو گوجرانوالہ سے گاؤں تک کا سفر تانگے پر کرتے۔ جونہی تانگہ سکول کی عمارت کے پاس پہنچتا تو خوشی کی کوئی انتہا نہ رہتی کہ اب ہم ننھیال کے گھر پہنچنے ہی والے ہیں۔ ہم سب بہن بھائی بہت چھوٹے تھے۔ اپنی ماں کے ساتھ تانگے پر سفر کر رہے ہوتے۔ تانگہ سکول کی عمارت کے پاس سے گزرتا تو اُس کچی سڑک کو چھوڑ دیتا اور سکول کے ساتھ ساتھ ایک روڈ پر ہو لیتا جو سیدھی ہمارے ننھیال کی حویلی تک جاتی ہے۔

اس روڈ پر گاؤں میں داخل ہونے سے پہلے دو بڑی بڑی عمارتیں نہایت عالیشان سفید رنگ کے پینٹ میں ملبوس ایک ایک کر کے نظر آتیں۔ پہلی عمارت چودھری نبی احمد ذیلدار صاحب اور انکے چھ بھائیوں کی ملکیت ہے جو امی جان کے دُور کے رشتہ دار تھے۔ دوسری عمارت بریگیڈیئر اصغر صاحب (جو حیات ہیں)۔ اُنکے بھائی ظفراللہ خان اور چودھری اکرم صاحب جو فاریسٹ ڈیپارٹمنٹ میں ڈویژنل آفیسر تھے کی ملکیت ہے۔ جس کے ساتھ ملحقہ ایک بڑے دیوانِ خاص کی عمارت ہے جہاں کبھی گاؤں کے بڑے لوگ آ کر بیٹھا کرتے تھے۔ اُس کا ایک وسیع صحن جو پھولوں کی کیاریوں سے سجا ہوا تھا، چار دیواری اور ایک بڑے گیٹ سے بند کیا گیا ہے۔ اگر اس گیٹ سے داخل ہوں تو اس بڑے صحن کو عبور کرنے کے بعد ایک لمبا برامدہ ہے جس میں ہر وقت چار پائیاں اور کرسیاں بچھی رہتی تھیں اس برامدہ کے بعد کھلے کمرے اور پھر ایک بڑی چار دیواری کے بعد گھر کی عمارت تھی۔ جب ہمارا تانگہ ان دونوں عمارتوں کو عبور کر لیتا تو سامنے ایک بڑے گیٹ کے ساتھ وسیع و عریض بلڈنگ نظر آتی جو میرے ننھیال کی تھی جو کبھی میرے نانا جان نے بڑے شوق سے بنوائی ہوگی۔ اب تو یہ ساری عمارات کا نقشہ کافی حد تک بدل چکا ہے۔ اور بہت سے نئے گھر اور

کوٹھیاں اُس روڈ پر بن چکی ہیں۔ میرے ننھیال کا گھر اور چچا ظفر کا دیوان خاص کا گیٹ ایک دوسرے کے بالمقابل واقع ہیں۔ گرمیوں کی چھٹیوں میں ہر سال ہم اور ہماری خالائیں اپنے بچوں سمیت تعطیلات گزارنے آتیں۔ ہم سب بچوں کیلئے یہ ایک بہت بڑی تفریح کا مقام تھا۔ امی جان چار بہنیں اور تین بھائی تھے۔ جن میں سے اس وقت کوئی بھی حیات نہیں ہیں۔ ہم سب کزن جب جمع ہوتے تو بڑی رونق ہوتی۔ سارا دن کھیل کود چھپن چھپائی اوپر نیچے بھاگنے کے علاوہ کچھ اور کام نہ تھا۔ نانی، نانا کی غیر موجودگی کا کوئی تصور نہ تھا۔ ہم اپنے کھیلوں میں مگن رہتے اور خوش ہوتے۔ اگر کوئی فرمائش پوری کروانی ہوتی تو اس گھر کے بزرگ امی جان کے دادی دادا زندہ تھے۔ اُن کے پاس جاتے جنہیں سب بچے اور بڑے ماں جی اور بابا جی کہہ کر پکارتے تھے۔ نانی نانا کے لفظ سے بھی ناواقف تھے۔ وہ تو برسوں پہلے ان رونقوں کو خیر باد کہہ چکے تھے۔ آخر چھٹیاں اسی طرح ختم ہوجاتیں اور بچوں بڑوں پر ایک اُداسی چھا جاتی۔ بڑے بھاری دل کے ساتھ واپسی کی تیاری شروع ہوجاتی۔ جدائی کے اُن لمحوں کو میں الفاظ میں بیان نہیں کرسکتی کہ جب امی جان اور خالہ جان ایک دوسرے کو الوداع کرتے ہوئے گلے ملتیں تو بہت روتیں۔ آنسوؤں کی جھڑیاں لگ جاتیں۔ جس کا اثر بچوں پر بھی بہت گہرا پڑتا۔ اور پھر اسی طرح روتے سسکتے ہم اپنے گھروں کو روانہ ہوجاتے۔

کچھ سمجھ نہ پاتے کہ اس دکھ اور غم کے در پردہ کیا احساس ہے۔ جُوں جُوں بڑے ہوتے گئے تو امی جان کی اُداسی اور باتوں کو سمجھنا شروع کیا کہ اُس اداسی کی اصل وجہ تو اُنکے ماں باپ کی جدائی تھی۔ جو برسوں پہلے اُنکو چھوڑ کر جاچکے تھے۔ زمیندار گھرانے کے سادے ماحول میں امی جان کا اپنے ماں باپ کے ساتھ گزرا ہوا وقت کیسا ہوگا انہیں بھی کچھ زیادہ یاد نہ تھا۔ جو چند باتیں یاد تھیں اور جن کا ذکر امی جان نے ہم سے کیا وہ بتاتیں کہ ہمارے ابو، میاں جی، گوجرانوالہ شہر سے کپڑوں کے تھان اُٹھالاتے کہ گھر میں بچیوں کو کپڑے پسند کروالیں۔ جو باتیں اچھی طرح سے یاد تھیں وہ اگلی نسلوں کیلئے بھی مشعل راہ ہیں۔ نانا جان جو اس پرتعیّش ماحول میں ایک دیئے کی طرح جو طوفانی رات میں روشن ہوا اور موسم کی ستم ظریفی نے جلد ہی بجھا دیا۔ اپنی زندگی کی چند ہی بہاریں دیکھ سکے اور مولائے حقیقی سے جاملے۔ میرے نانا جان کا نام چودھری عبدالقادر تھا۔ پیشہ کے اعتبار سے وکیل تھے۔ گوجرانوالہ شہر میں اپنی پرائیویٹ پریکٹس کرتے تھے۔ صحابی حضرت مسیح موعودؑ تھے۔ نانا جان کے احمدیت قبول کرنے اور اس کے بعد میں پیدا ہونے والے واقعات ایک ایثار اور قربانی کی مثال ہیں۔ میرے نانا جان کا خاندان اور برادری والے بڑے بڑے زمیندار ہونے کی وجہ سے بااثر لوگ تھے۔ اُن میں سے اکثر وبیشتر تعلیم یافتہ، آرمی اور سول عہدوں پر فائز تھے۔ دینداری سے زیادہ دُنیا داری کا عنصر نمایاں تھا۔ مگر خدا تعالیٰ نے اپنے پیارے مسیح کو مبعوث فرما کر شہادت کے طور پر ہر جگہ ہر شہر ہر مقام پر سعید روحیں پیدا کیں۔ جن میں سے ایک چودھری عبدالقادر بھی تھے۔ اپنے ماموں چودھری غلام رسول (آف گھٹیالیاں) کے ساتھ جا کر خفیہ طور پر بیعت کرچکے تھے۔ سچائی کا نُور جو اُنکے جسم وجان میں سرایت کرچکا تھا چھپا نہ رہ سکا۔ اور والد صاحب کو معلوم ہوگیا کہ بیوی کے بعد اُن کا بیٹا بھی اُسی گنگا میں نہا آیا ہے۔ پھر کیا تھا خاموش رہے پر نانا جان کو گھر سے نکال دیا۔ میرے پڑنانا جان بہت دانا اور صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے۔ نرم دل اور حلیم بھی تھے۔ جلد ہی لوگوں کے سمجھانے پر اور دل کے ہاتھوں مجبور ہوکر اپنا فیصلہ بدل لیا اور معاف کردیا۔ یہ بات اُنکی طبیعت پر شاک گزری کہ اگر بیٹا ہی نہ رہے تو یہ گھر بار کس کام کا۔ نانا جان کو شاید حضرت مسیح موعودؑ کی صحبت چند گھنٹوں یا دنوں کی ملی ہوگی۔ مگر اُن میں اس سچائی کا یقین اپنی انتہا کو پہنچا ہوا تھا کہ گھر میں تو یہ عالم تھا کہ نماز باجماعت کا اہتمام کرتے۔ اپنے بچوں کو قرآن مجید کا درس دیتے۔ امی جان کو جو باتیں اپنے باپ کی اچھی طرح یاد تھیں اور اکثر اسکا ذکر کیا کرتیں کہ ہمارے میاں جی گھر میں ہمیں جگا کر تہجد کی نماز پڑھاتے اور پھر مسجد جا کر اذان دیتے۔ وہاں لوگوں کو باجماعت نماز پڑھاتے اور پھر گھر آ کر ہمیں نماز باجماعت پڑھاتے۔ اور پھر قرآن مجید کا درس دیتے یہ روزانہ کا معمول تھا۔ باقاعدگی سے تہجد پڑھنے کی عادت امی جان کو اتنی زیادہ تھی کہ تادمِ آخر میں نے اپنی ماں کو تہجد کی نماز چھوڑتے ہوئے نہیں دیکھا۔ بلکہ جس قدر میں اپنی خالاؤں کو جانتی ہوں سب ہی تہجد گزار تھیں۔ نانا جان نے حتی المقدور اپنے گاؤں میں احمدیت متعارف کروائی۔ گاؤں میں ایک چھوٹی سی احمدیہ مسجد بنوائی۔ جو ابھی تک شاید اُسی حالت میں موجود ہے۔ نانا جان کو اپنی برادری اور خاندان سے باہر احمدیت کی سخت مخالفت کا سامنا تھا۔ مگر اُنکی خاندانی وجاہت کے آگے کسی کی نہ چلتی تھی۔ چنانچہ انہوں نے اپنی برادری کو مناظرے کروانے پر راضی کرلیا اپنے چچا کے دیوان خاص میں دو دفعہ

مناظرے کا اہتمام کیا گیا۔جس میں مولوی خادم حسین صاحب گجراتی اور اُنکے رفقاء شامل ہوئے۔مخالف پارٹی کے مولوی صاحبان کو دیوانِ خاص میں ٹھہرایا گیا۔وہاں ہی کھانے اور رہنے کا انتظام کیا گیا۔ادھر نانا جان کے والد محترم نے اپنے بیٹے کی پارٹی کو بھی کسی طور کمی نہ آنے دی۔اپنے بیٹے کے مہمانوں کی دل کھول کر مہمان نوازی کی۔مناظرے میں خدا تعالیٰ کا فضل تو بہر حال شامل تھا مگر مخالف پارٹی کے واویلا مچانے کی وجہ سے کچھ زیادہ نتیجہ خیز نہ ہوا اور مزید مخالفت کا سامنا ہوا۔تایا جان نے اپنی اولاد اور عام لوگوں میں احمدیت کے جو بیج بوئے تھے وہ آج تناور درخت بن چکے ہیں مگر افسوس صد افسوس کہ نانا جان کا نام لینے والا کوئی نہ بن سکا۔اور وہ عظیم ہستی گمنام ہوتی چلی گئی۔جس کا سبب کچھ یہ بھی تھا کہ اُنکے بیٹے اُس وقت کم عمر تھے اور اُن کے بعد ان کی پرورش انکے دادا نے کی جو احمدی نہ تھے۔نانا جان کی وفات عین جوانی کی عمر میں ہوگئی، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان اشعار ؎

دُنیا میں عشق تیرا باقی ہے سب اندھیرا
معشوق ہے تو میرا عشقِ صفا یہی ہے
مشتِ غبار اپنا تیرے لئے اُڑایا
جب سے سُنا کہ شرطِ مہر و وفا یہی ہے

کے مصداق اپنا تن من دھن اپنے دِین پر لُٹا کر چلے گئے۔نانا جان کو تو شاید معلوم ہو چکا تھا کہ اُن کی رحلت قریب ہے۔فیروز والہ گاؤں کی سخت زمین میں جس قدر بیج اُگ سکتے تھے وہ بو چکے تھے۔اپنے خالق و مالک کی محبت میں سرشار اُسکے قرب کے متمنّی تھے۔مزید اس دُنیا کے کاروبار سے اُن کو کوئی سروکار نہ تھا۔اللہ تعالیٰ اُن کو اپنی خاص الخاص جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور اس مجاہد پر رحمتوں اور مغفرت کی بارش برساتا رہے، آمین ثم آمین۔

نانا جان کو وفات سے ایک روز پہلے بیماری کی حالت میں جب باہر صحن میں کھلی فضا میں کُرسی پر بیٹھنے کو کہا گیا تو فرمانے لگے میں کل نہاؤں گا اور گھر سے باہر شیشم کے درختوں کی چھاؤں تلے جا کر بیٹھوں گا مگر اگلے ہی دن کوئی دس گیارہ بجے کے قریب اُنکی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اُنکی میّت کو غُسل دے کر شیشم کے درختوں کی چھاؤں تلے رکھا گیا۔

جب اُنکے کمرے کا جائزہ لیا گیا تو اُنکے تکیے کے نیچے رکھے کچھ کاغذات ملے جس میں یہ وصیت تھی کہ ''مجھے قادیان میں دفنایا جائے''۔اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مندرجہ ذیل نظم لکھی ہوئی پائی گئی۔

اک نہ اک دن پیش ہوگا تُو فنا کے سامنے
چل نہیں سکتی کسی کی کچھ قضا کے سامنے
چھوڑنی ہوگی تجھے دنیائے فانی ایک دن
ہر کوئی مجبور ہے حکمِ خُدا کے سامنے
مستقل رہنا ہے لازم اے بشر تجھ کو سدا
رنج و غم یاس و الم فکر و بلا کے سامنے
بارگاہِ ایزدی سے تو نہ یوں مایوس ہو
مشکلیں کیا چیز ہیں مشکل کُشا کے سامنے

کاش کہ اُس پیاری ہستی کو میں نے بھی دیکھا ہوتا۔کاش کہ اُن کے بیٹوں میں احمدیت کا بول بالا ہوتا تو شاید ہماری اُن اپنوں سے اتنی دُوری نہ ہوتی۔میری یہ کمزور سی کوشش کہ اللہ تعالیٰ اس پیارے صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام زندہ و جاوید رکھے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

اس دل میں تیرا گھر ہے تیری طرف نظر ہے   تجھ سے مَیں ہُوں مُنوّر میرا تو تُو قمر ہے
تجھ پر مرا توکل دَر پر تیرے یہ سَر ہے
یہ روز کر مبارک سبحٰن من یّرانی
جب تُجھ سے دل لگایا سَو سَو ہے غم اُٹھایا   تن خاک میں ملایا جاں پر وَبال آیا
پر شکر اے خُدایا! جاں کھو کے تُجھ کو پایا
یہ روز کر مبارک سبحٰن من یّرانی
(درِّثمین)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ

سلطان نصیر احمد، ربوہ

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کو تاریخ ظہور مہدی کشفی طور پر چراغ دین کے لفظ میں بحساب جمل بتائی گئی تھی

مولوی سید صدیق حسن خاں صاحب مرحوم نے جن کو مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب مجدّد قرار دے چکے ہیں۔ اپنی کتاب آثار القیامۃ کے صفحہ 395 میں بتصریح لکھا ہے کہ ظہور مہدی اور نزول عیسیٰ اور خروج دجّال ایک ہی صدی میں ہوگا۔ پھر لکھا ہے کہ امام جعفر صادق کی یہ پیشگوئی تھی کہ سن دو سو ہجری میں مہدی ظہور فرمائے گا لیکن وہ برس تو گزر گئے اور مہدی ظاہر نہ ہوا۔ اگر اس پیشگوئی کی کسی کشف یا الہام پر بناء تھی تو تاویل کی جائیگی یا اس کشف کو غلط ماننا پڑے گا۔ پھر بیان کیا ہے کہ اہل سُنّت کا یہی مذہب ہے کہ اَلْاٰیَاتُ بَعْدَ الْمِأَتَیْن یعنی بارہ سو برس کے گزرنے کے بعد یہ علامات شروع ہو جائیں گی اور مہدی اور مسیح اور دجّال کے نکلنے کا وقت آجائے گا۔ پھر نعیم بن حماد کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ ابوقبیل کا قول ہے کہ سن بارہ سو چار ہجری میں مہدی کا ظہور ہوگا۔ لیکن یہ قول بھی صحیح نہ نکلا۔ پھر بعد اس کے شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلوی کا ایک کشف لکھتے ہیں کہ ان کو تاریخ ظہور مہدی کشفی طور پر چراغ دین کے لفظ میں بحساب جمل منجانب اللہ معلوم ہوئے تھے یعنی 1268۔ پھر لکھتے ہیں کہ یہ سال بھی گزر گئے اور مہدی کا دنیا میں کوئی نشان نہ پایا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ شاہ ولی اللہ کا یہ کشف یا الہام صحیح نہیں تھا۔ میں کہتا ہوں کہ صرف مقررہ سالوں کا گزر جانا اس کشف کی غلطی پر دلالت نہیں کرتا ہاں غلط فہمی پر دلالت کرتا ہے۔

کیونکہ پیشگوئیوں کے اوقات معیّنہ قطعی الدلالت نہیں ہوتے۔ بسا اوقات ان میں ایسے استعارات بھی ہوتے ہیں کہ دن بیان کئے جاتے ہیں اور اُن سے برس مراد لئے جاتے ہیں۔ پھر قاضی ثناء اللہ پانی پتی کے رسالہ سیف مسلول کا حوالہ دے کر لکھتے ہیں کہ رسالہ مذکورہ میں لکھا ہے کہ علماء ظاہری اور باطنی کا اپنے ظن اور تخمین سے اس بات پر اتفاق ہے کہ تیرھویں صدی کے اوائل میں ظہور مہدی کا ہوگا۔ پھر لکھتے ہیں کہ بعض مشائخ اپنے کشف سے یہ بھی کہہ گئے ہیں کہ مہدی کا ظہور بارہ سو برس سے پیچھے ہوگا اور تیرھویں صدی سے تجاوز نہیں کریگا۔ پھر لکھتے ہیں کہ یہ سال تو گزر گئے اور تیرھویں صدی سے صرف دس برس رہ گئے اور ابتک نہ مہدی نہ عیسیٰ دنیا میں آئے۔ یہ کیا ہوا۔ پھر اپنی رائے لکھتے ہیں کہ میں بلحاظ قرائن قویہ گمان کرتا ہوں کہ چودھویں صدی کے سر پر اُن کا ظہور ہوگا۔ پھر لکھتے ہیں کہ قرائن یہ ہیں کہ تیرھویں صدی میں دجّالی فتنے بہت ظہور میں آگئے ہیں اور اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح نمودار ہو رہے ہیں اور اس تیرھویں صدی کا فتن و آفات کا ایک مجموعہ ہونا ایک ایسا امر ہے کہ چھوٹے بڑے کی زبان پر جاری ہے۔ یہاں تک کہ جب ہم بچے تھے تو بڈھی عورتوں سے سنتے تھے کہ حیوانات نے بھی اس تیرھویں صدی سے پناہ چاہی ہے۔ پھر لکھتے ہیں کہ ہر چند یہ مضمون کسی صحیح حدیث سے ٹھیک ٹھیک معلوم نہیں ہوتا لیکن جب انقلاب عالم کا ملاحظہ کریں اور بنی آدم کے احوال میں جو فرق صریح آگیا ہے اس کو دیکھیں تو یہ ایک سچا گواہ اِس بات پر ملتا ہے کہ پہلے اس سے دنیا کا رنگ اس عنوان پر نہیں تھا سو اگرچہ مکاشفات مشائخ کے پورے بھروسہ کے لائق نہیں کیونکہ کشف میں خطا کا احتمال بہت ہے لیکن کہہ سکتے ہیں کہ اب وہ وقت قریب ہے جو مہدی اور عیسیٰ کا ظہور ہو۔ کیونکہ امارات صغریٰ بجمیعھا وقوع میں آگئی ہیں اور عالم میں ایک تغیر عظیم پایا جاتا ہے اور اہل عالم کی حالت نہایت درجہ پر بدل گئی ہے اور کامل درجہ کا ضعف اسلام پر وارد ہو گیا ہے۔ اور وہ حقیقت نورانیہ جس کا نام علم ہے وہ

دنیا سے اُٹھ گئی ہے اور جہل بڑھ گیا ہے۔

(ازالہ اوہام ۔روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 404۔ 405)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے متوفیک کے معنی مـمـیتک کے کئے ہیں جس حالت میں قرآن شریف یعنی آیت فـلمّا توفیتنی سے حضرت عیسٰیؑ کی وفات ثابت ہے اور صحیح بخاری میں ابن عباس سے مُتــوفّیک کے یہ معنے لکھے ہیں کہ مُـمِیتک اور شاہ ولی اللہ صاحب بھی فوز الکبیر میں متـوفیک کے معنے مُمِیتک لکھتے ہیں اور قرآن شریف سے ثابت ہے کہ رَفـع تـوفّی کے بعد ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ

یہ نہیں فرماتا کہ یـا عیسٰـی انّـی رافعک الیَّ ومتوفّیک۔ اور اپنی طرف سے قرآن شریف کے لفظوں کو ان کے مواضع سے پھیرنا اس آیت کا مصداق بننا ہے کہ

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ

اور کوئی حدیث صحیح ثابت نہیں ہوئی کہ جو اجازت دیتی ہو کہ اس آیت میں رافـعـک پہلے ہے اور مُتــوفّیک بعد میں۔ اس صورت میں حضرت عیسٰیؑ کی وفات سب طرح سے ثابت ہے۔

(ضمیمہ براھین احمدیہ جلد پنجم ۔روحانی خزائن جلد21صفحہ 296حاشیہ)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے مطابق بعثت مسیح کے لئے علامت صغریٰ اور علامت کبریٰ پوری ہو چکی ہیں

’’ہاں بعض کا حق ہے کہ یہ اعتراض کریں کے مسیح کو اس زمانے سے کیا خصوصیت حاصل ہے؟ اس کا یہ جواب ہے کہ قرآن شریف نے اسرائیلی اور اسمٰعیلی دو سلسلوں میں خلافت کی مماثلت کا کھلا کھلا اشارہ کیا ہے۔ جیسے اس آیت سے ظاہر ہے۔ وعـد الـلّٰـه الـذیـن امـنـوا مـنـکـم وعملوا الصلحت لیستـخـلـفـنـهـم فـی الـارض کـمـا استـخـلـف الـذیـن من قبلهم (النور 56) اسرائیلی سلسلہ کا آخری خلیفہ جو چودھویں صدی پر بعد حضرت موسیٰ آیا، وہ مسیح ناصری تھا۔ مقابل میں ضرور تھا کہ اس امت کا مسیح بھی چودھویں صدی کہ سر پہ آوے۔ علاوہ ازیں اہل کشف نے اسی صدی کو بعثت مسیح کا زمانہ قرار دیا جیسے شاہ ولی اللہ صاحب وغیرہ اہلحدیث کا اتفاق ہو چکا ہے کہ علامت صغریٰ اور علامت کبریٰ ایک حد تک پوری ہو چکی ہے لیکن اس میں کس قدر ان کی غلطی ہے..... علامات کل پوری ہو چکی ہیں۔ بڑی علامت یا نشان جو آنے والے کا ہے وہ بخاری شریف میں یـکـسـر الـصلیب ویقتل الخنزیر لکھا ہے۔ یعنی نزول مسیح کا وقت غلبہ نصاریٰ اور صلیبی پرستش کا زور ہے۔ سو کیا یہ وہ وقت نہیں؟ کیا جو کچھ پادریوں سے نقصان اسلام کو پہنچ چکا ہے، اس کی نظیر آدم سے لے کر آج تک کہیں ہے؟ ہر ملک میں تفرقہ پڑ گیا۔ کوئی ایسا خاندان اسلامی نہیں کہ جس میں سے ایک آدھ آدمی ان کے ہاتھ میں نہ چلا گیا۔ ہر سو آنے والے کا وقت صلیب پرستی کا غلبہ ہے۔ اب اس سے زیادہ اور کیا غلبہ ہوگا کہ کس طرح درندوں کی طرح اسلام پر کینہ پروری سے حملے کئے گئے ہیں۔ کیا کوئی گروہ مخالفین کا ہے کہ جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو نہایت وحشیانہ الفاظ اور گالیوں سے یاد نہیں کیا؟ اب اگر آنے والے کا وقت یہ نہیں تو بہت جلدی وہ آیا بھی تو سو سال تک آئے گا، کیونکہ وہ مجدد کا ہے۔ جس کی بعثت کا زمانہ صدی کا سر ہوتا ہے۔ تو کیا اسلام میں موجود وقت میں اس قدر اور طاقت ہے کہ ایک صدی تک پادریوں کے روز افزوں کا مقابلہ کر سکے۔ غلبہ حد تک پہنچ گیا اور آنے والا آ گیا۔

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 3)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اس حدیث کے مطابق مانتے ہیں کہ ہر صدی پر مجدد آتا ہے

یہ تو ضروری ہے کہ ہر صدی کے سر پر مجدد آئے۔ بعض لوگ اس بات کو سنکر پھر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جبکہ ہر صدی پر مجدد آتا ہے تو تیرہ صدیوں کے مجدّدوں کے نام بتاؤ۔ مَیں اس کا پہلا جواب یہ دیتا ہوں کہ اُن مجددوں کے نام بتانا میرا کام نہیں یہ سوال آنحضرت ﷺ سے کرو۔ جنہوں نے فرمایا ہے کہ ہر صدی پر مجدد آنا ہے اس حدیث کو تمام اکابر نے تسلیم کر لیا ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب بھی اس کو مانتے ہیں کہ یہ حدیث آنحضرت ﷺ کی طرف سے ہے اور حدیث کی کتابیں جو موجود ہیں ان میں یہ حدیث پائی جاتی ہے کسی نے کبھی اس کو پھینک نہ دیا اور نہ کہا کہ یہ حدیث نکال دینی چاہیے جبکہ یہ بات ہے تو پھر مجھ سے فہرست کیوں مانگی جاتی ہے۔

میرا یہ مذہب ہے کہ عدمِ علم سے عدمِ شئی لازم نہیں آتا۔ آنحضرت ﷺ کی طرف جو منسوب ہوا گر وہ قرآن شریف کے برخلاف نہ ہو تو میں اس کو مانتا ہوں۔

خود ہی ان لوگوں سے پوچھو کہ کیا یہ حدیث جھوٹی ہے؟ تو پہلے اس کو نکالو اور اگر شکی ہے تو پھر تقویٰ کا تقاضا تو یہ ہے کہ کم از کم حدیث کی رو سے مجھے بھی شکی ہی مان لو عجیب بات ہے حدیث کو شکی کہو اور مجھے کذاب۔ یہ تو تقویٰ کا طریق نہیں۔ اگر بفرض محال جھوٹی ہے تو پھر جان بوجھ کر جھوٹ کو آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب کرنا تو لعنتی کا کام ہے۔ سب سے پہلا کام تو علماء کا یہ ہونا چاہیئے کہ اس کو نکال ڈالیں مگر میں یقین دلاتا ہوں کہ یہ حدیث جھوٹی نہیں ہے صحیح ہے۔ یہ عام طور پر مشہور ہے کہ ہر صدی پر مجدد آتا ہے تو اب صدیق حسن خاں وغیرہ نے 13 مجدد گن کر بھی دکھائے ہیں مگر میں ان کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ اس حدیث کا یہ معیار نہیں بلکہ قرآن اس کی صحت کا گواہ ہے۔

(ملفوظات۔ جلد سوم: صفحہ 86)

حضرت ولی اللہ شاہ صاحب بھی وحی کے قائل ہیں

مکھی کی وحی اب تک منقطع نہیں ہوئی تو انسانوں پر جو وحی ہوتی ہے وہ کیسے منقطع ہو سکتی ہے۔ ہاں یہ فرق ہے کہ ال کی خصوصیت سے اس وحی شریعت کو الگ کیا جاوے ورنہ یوں تو ہمیشہ ایسے لوگ اسلام میں ہوتے رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے جن پر وحی کا نزول ہو۔ حضرت مجدد الف ثانی اور شاہ ولی اللہ صاحب بھی اس وحی کے قائل ہیں۔ اور اگر اس سے یہ مانا جاوے کہ ہر ایک قسم کی وحی منقطع ہو گئی ہے تو یہ لازم آتا ہے کہ امور شہودہ اور محسوسہ سے انکار کیا جاوے۔ اب جیسے کہ ہمارا اپنا مشاہدہ ہے کہ خدا کی وحی نازل ہوتی ہے۔ پس اگر ایسے شہود اور احساس کے بعد کوئی حدیث اس کے مخالف ہو تو کہا جاویگا کہ اس میں غلو ہے خود غزنوی والوں نے ایک کتاب حال میں لکھی ہے جس میں عبداللہ غزنوی کے الہامات درج کئے ہیں۔

پھر جس حال میں یہ سلسلہ موسوی سلسلہ کے قدم بقدم ہے اور موسوی سلسلہ میں برابر جاری رہی تھی حتیٰ کہ عورتوں کو وحی ہوتی رہی تو کیا وجہ کہ محمدی سلسلہ میں وہ بند ہو۔ کیا اس امت کے اخیار ان عورتوں سے بھی گئے گزرے ہوئے؟

علاوہ اس کے اگر وحی نہ ہو تو پھر

اھدنا الصّراط المستقیم صراط الّذین انعمت علیھم

(الفاتحۃ:7.6)

کے کیا معنے ہوں گے کیا یہاں انعام سے مراد گوشت پلاؤ وغیرہ ہے یا خلعتِ نبوت اور مکالمہ الٰہی وغیرہ جو کہ انبیاء کو عطا ہوتا رہا غرض کہ معرفت تمام انبیاء کو سوائے وحی کے حاصل نہیں ہو سکتی۔ جس غرض کے لئے انسان اسلام قبول کرتا ہے۔ اس کا مغز یہی ہے کہ اسکے اتباع سے وحی ملے۔

اور پھر اگر وحی منقطع ہوئی مانی بھی جاوے تو آنحضرت ﷺ کی وحی منقطع ہوئی نہ اس کے اظلال اور آثار بھی منقطع ہوئے۔

(ملفوظات جلد سوم۔ صفحہ: 417)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب بڑے پایہ کے محدث فقیہ اور عالم فاضل تھے

شاہ ولی اللہ صاحب کی الفوز الکبیر میں بھی یہی لکھا ہے کہ **متوفیک ممیتک** اور میں جانتا ہوں کہ شاہ ولی اللہ صاحب بڑے پایہ کے محدث اور فقیہ اور عالم فاضل تھے۔

(ملفوظات جلد چھارم۔ صفحہ: 527)

کشفِ صحیح سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل ہو سکتی ہے

ذکر آیا کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ میں بھی تابعین میں سے ہوں کیونکہ ایک جنّ نے زمانہ نبی کریم ﷺ کا پایا تھا میں نے اس سے ملاقات کی۔ فرمایا:

اس سے بہتر کشفِ صحیح ہے جو بیداری کا حکم رکھتا ہے جو لوگ بذریعہ کشفِ صحیح آنحضرت ﷺ کی صُحبت حاصل کرتے ہیں وہ اصحاب میں سے ہیں۔

(ملفوظات جلد چھارم صفحہ 297)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے اسی زمانہ کے لیے چراغ کہا ہے

اسی طرح ہماری کتب کے مطابق بھی بعثت مسیح کا یہی زمانہ ہے۔ حج الکرامہ والے نے لکھا ہے کہ کُل اہل کشوف اسی طرف گئے ہیں کہ مسیح کی آمد ثانی کے لئے چودھویں صدی مقرر ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی اسی زمانہ کے لئے اُسے چراغ الدین کہا ہے۔ غرضیکہ ہر ایک بزرگ نے جو زمانہ مقرر کیا ہے وہ چودھویں صدی سے آگے نہیں گیا؛ اگرچہ ان میں کچھ اختلاف ہے۔ چودھویں صدی میں لطیف اشارہ اس طرف تھا کہ دین اسلام چودھویں رات کے چاند کی طرح اس زمانہ میں چمک اٹھے گا۔ جس طرح چاند کا کمال چودھویں رات کو ہوتا ہے۔ اسی طرح اسلام کا کمال کل دنیا میں چودھویں صدی میں ظاہر ہوگا۔ تیرھویں صدی کی تاریکی ان لوگوں میں ضرب المثل ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس صدی کے علماء سے

بھیڑیوں نے بھی نجات مانگی تھی۔ یہ لوگ چودھویں صدی کے منتظر تھے، لیکن جب صدی آ گئی تو اپنی بدبختی کے باعث انکار کر گئے۔

(ملفوظات جلد چهارم۔ صفحہ: 27)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب پر بھی کفر کا فتویٰ لگایا گیا تھا

ابھی چند روز ہوئے ہمارے پاس ایک اور نیا فتویٰ چھپ کر آیا ہے جس میں ہمیں طرح طرح کے ناموں سے یاد کیا گیا ہے۔ مگر ہم جانتے ہیں کہ ان باتوں سے ہمارا کچھ بگڑتا نہیں۔ اگر ہم خدا تعالیٰ کی نظر میں مقبول ہیں تو پھر ان کے فتوے ہمیں کوئی ضرر دے سکتے ہی نہیں۔ ہمیں کافر کہنے والے خود بھی تو کفر سے نہیں بچے بلکہ ان کا کفر تو بہت پکا کفر ہے۔ ان کے واسطے تو لکھا جا چکا ہے کہ اگر ان میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو وہ صرف دھونے سے پاک نہیں ہو سکتی بلکہ اینٹیں اکھاڑ کر نیا فرش لگایا جانے سے مسجد پاک ہوتی تھی۔ ہمارے واسطے ایسی بات تو نہیں۔

عجیب بات یہ ہے کہ جتنے اہل اللہ گزرے ان میں کوئی بھی تکفیر سے نہیں بچا۔ کیسے کیسے مقدس اور صاحب برکات تھے۔ حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ان پر بھی قریباً دوسو علماء وقت نے کفر کا فتویٰ لکھا تھا ابن جوزی جو محدث وقت تھا اس نے ان کی تکفیر کی نسبت ایک خطرناک کتاب تالیف کی اور اس کا نام تلبیس ابلیس رکھا۔ سنا گیا ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب پر بھی کفر کا فتویٰ لگایا گیا تھا۔ یہ تو کفر بھی مبارک ہے جو ہمیشہ اولیاء اور خدا تعالیٰ کے مقدس لوگوں کے حصہ میں ہی آتا رہا ہے۔

(ملفوظات جلد۔ پنجم: صفحہ 611)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کا مذہب تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نورانی جسم کے ساتھ آسمان پر گئے تھے

مخالف مولوی ہماری مخالفت میں معراج کی حدیث پیش کرتے ہیں حالانکہ حضرت عائشہؓ کا مذہب تھا کہ جو کوئی کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مع جسم عنصری آسمان پر گئے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تہمت لگاتا ہے۔ اسی طرح اور ائمہ اور اصحاب کرامؓ کا بھی یہی مذہب رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک نورانی جسم کے ساتھ آسمان پر گئے نہ اس جسم کے ساتھ۔ ایسا ہی شاہ ولی اللہ صاحب کا بھی مذہب تھا۔ اور شاہ عبدالعزیز بھی یہی لکھتے ہیں کہ اس جسم کے ساتھ آسمان پر جانا نہیں ہوتا بلکہ ایک اور نورانی جسم ملتا ہے جس سے کہ انسان آسمان پر جاتا ہے۔

(ملفوظات جلد پنجم۔ صفحہ: 31)

فَانْظُرْ اَيُّهَا الْعَزِيْزُ.. كَانَ اللّٰهُ مَعَكَ.. إِنَّ هٰذَا الْقَائِلَ بِتَأْثِيرِ النُّجُوْمِ عَالِمٌ رَبَّانِیٌّ مِنْ عُلَمَاءِ الْهِنْدِ، وَكَانَ هُوَ مُجَدِّدٌ زَمَانِهٖ، وَفَضَائِلُهٗ مُتَبَيِّنَةٌ فِیْ هٰذِهِ الدِّيَارِ، وَهُوَ إِمَامٌ فِیْ أَعْيُنِ الْكِبَارِ وَالصِّغَارِ، وَلَا يَخْتَلِفُ فِیْ عُلُوِّ شَانِهٖ اَحَدٌ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ. فَوَيْلٌ لِلَّذِيْنَ يُطِيْلُوْنَ لُسُنَهُمْ لِتَكْفِيْرِ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْوَقَاحِ الْمُتَسَلِّطَةِ، وَلَا يَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ كَلِمَاتِ أَئِمَّتِهِمْ، وَيُرِيْدُوْنَ أَنْ يُزِيْدُوْا الْكُفَّارَ وَيُقَلِّلُوْا أَهْلَ الْإِسْلَامِ، وَيُرِيْدُوْنَ أَنْ يُلْقُوْا الْأُمَّةَ فِیْ فِتْنَةٍ صَمَّاءٍ يَكْفُرُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا، وَيَبِيْعُوْنَ الْإِيْمَانَ لِفَضَالَةِ الْمَاٰكَلِ وَثَمَالَةِ الْمَنْهَلِ، وَيَسْقُطُوْنَ كَالذُّبَابِ عَلٰى قَيْحٍ وَمُخَاطٍ وَبُرَازِ النَّاسِ، وَيَتْرُكُوْنَ وَرْدًا وَرَيْحَانًا وَمِسْكًا وَعَنْبَرًا وَأَنْهَارَ مَاءٍ مَعِيْنٍ. ثُمَّ اَعْلَمْ أَنَّ الْفَاضِلَ الَّذِیْ كَتَبْنَا قَلِيْلًا مِنْ كَلَامِهٖ قَالَ فِیْ "فُيُوْضِ الْحَرَمِيْنِ "أُزِيْدَ مِنْ هَذَا، فَلْنَذْكُرْ قَلِيْلًا مِنْ عِبَارَاتِهٖ الَّتِیْ فِيْهَا بَيَانُ تَأْثِيْرِ النُّجُوْمِ وَالْأَفْلَاكِ، وَهِیَ هٰذِهٖ:

"رُبَّمَا لَمْ يَكُنِ الرَّجُلُ شَرِيْفًا فِی الْأَصْلِ، وَلٰكِنَّهٗ وُلِدَ فِیْ زَمَانٍ تَقْضِیْ الْإِتِّصَالَاتُ الْفَلْكِيَّةُ يَوْمَئِذٍ نَبَاهَةَ نَسَبِهٖ. وَأَرٰى أَنَّ ذٰلِكَ بِنَوْعِ اِمْتِزَاجِ زُحَلٍ مَعَ الشَّمْسِ وَالْمُشْتَرِیِ، بِحَيْثُ يَكُوْنُ الزُّحَلُ مِرْآةً وَنُوْرُ الشَّمْسِ وَالْمُشْتَرِیِّ مُنْعَكِسًا فِيْهِ، فَحِيْنَئِذٍ يَّكُوْنَ...... وَاللّٰهُ أَعْلَمُ...... بَرَاعَةُ النَّسَبِ وَالنَّبَاهَةِ مِنْ أَجْلِهٖ. وَيَكُوْنُ ذٰلِكَ الْاِتِّصَالُ بِحَيْثُ يَنْحَفِظُ فِیْ صُوْرَتِهِ الْمُفَاضَةِ حُكْمُ هٰذَا الْإِتِّصَالِ كَمَا يَنْحَفِظُ فِی الْأَوْلَادِ أَشْكَالُ الْوَالِدَيْنوَتَخَاطِيْطُهُمَا، وَهٰذَا الرَّجُلَ لَيْسَ لَهٗ شَرْفٌ مَوْرُوْثٌ."

ثُمَّ قَالَ فِیْ مُقَامِ آخَرِ مِنْ كِتَابِهٖ "اَلْفُيُوْضُ"

"هَاكَ مَا فَهَّمَنِیْ رَبِّیْ...... أَنَّهٗ يَجِیءَ مِنْ مَدَدِ السَّمَاءَ اَلْأُوْلٰى نُقُوْلٌ وَتَوَسُّطَاتٌ وَزِیٌّ، وَمِنَ السَّمَاءِ الثَّانِيَةِ قَوَاعِدُ مَنْضَبِطَةٌ، فَتُكْتَبُ وَتُسْطَرُ وَتُعَلَّمُ وَتُؤْثَرُ كَابِرًا عَنْ كَابِرٍ، وَتُوقَرُ بِهَا الصُّدُوْرِ وَتُمْلَأُ بِهِ الصُّحُفُ، وَمِنَ السَّمَاءِ الثَّالِثَةِ لَوْنٌ طَبْعِیٌّ، فَتَصِيْرُ طَبِيْعَتِهٖ

وَتُمِيْلُ إِلَيْهِ الطَّبَائِعَ وَتَهِيْجُ لَهَا حَمِيَّةٌ مِنْهُمْ فَيَحْمُوْنَهَا وَيَنْصُرُوْنَهَا وَيَنَاضِلُوْنَ دُوْنَهَا، وَيُحَبُّوْنَهَا كَحُبِّ الْأَمْوَالِ.........

(حمامة البشریٰ روحانی خزائن جلد ۷۔ صفحہ: ۲۹۱ تا ۲۹۲)

ترجمہ

پس اے عزیز! غور کر۔ اللہ تیرے ساتھ ہو کہ ستاروں کی تاثیرات کا قائل یہ شخص علماء ہند میں سے ایک عالم ربانی ہے جو اپنے زمانے کا مجدد تھا۔ جس کے فضائل اس ملک میں ظاہر و باہر ہیں اور وہ بڑوں اور چھوٹوں کی نگاہ میں امام ہے اور مومنوں میں سے کوئی بھی ان کی بلند شان میں اختلاف نہیں رکھتا۔ پس ہلاکت ہے ان لوگوں کے لئے جو ایک بے حیا، بے باک شخص کی طرح اپنی زبانیں مسلمانوں کی تکفیر کیلئے دراز کرتے ہیں اور اپنے ائمہ کے ارشادات پر غور نہیں کرتے اور وہ چاہتے ہیں کہ کافروں کی تعداد کو زیادہ اور مسلمانوں کی تعداد کو کم کریں اور خواہش رکھتے ہیں کہ امت مسلمہ کو سخت فتنے میں ڈال دیں کہ بعض بعض کو کافر قرار دیتے ہیں اور اپنے ایمانوں کو دستر خوان کے پس خوردہ ٹکڑوں اور گھاٹ کے بچے کھچے پانی کی خاطر بیچ دیتے ہیں اور پیپ، رینٹھ اور لوگوں کے پاخانے پر مکھیوں کی طرح گرتے ہیں اور گلاب، ریحان، مشک، عنبر اور صاف پانی کی نہروں کو ترک کرتے ہیں۔ پھر یہ بھی جان لے کہ جس فاضل شخص کے کلام کا تھوڑا سا حصہ ہم نے لکھا ہے۔

اُس نے (کتاب) ''فیوض الحرمین'' میں اس سے بھی زیادہ لکھا ہے پس ہم اس کی عبارتوں کا تھوڑا سا حصہ جو ستاروں اور افلاک کی تاثیرات سے تعلق رکھتا ہے یہاں بیان کرتے ہیں اور وہ عبارتیں یہ ہیں:۔

''بسا اوقات ایک شخص اپنی اصل میں اعلیٰ استعدادوں کا حامل نہیں ہوتا لیکن وہ ایسے زمانے میں پیدا ہوتا ہے کہ اس وقت فلکی اتصالات اس کی شرافت نسب کا تقاضا کرتے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ اس وقت ہوتا ہے جب زحل کا سورج اور مشتری کے ساتھ ایک لحاظ سے امتزاج ہو اور اس امتزاج کی صورت یہ ہوتی ہے کہ زحل کی حیثیت ایک آئینے کی ہو اور سورج اور مشتری کا نور اس میں منعکس ہو رہا ہو۔ پس اس کی وجہ سے اس وقت نسب اور شرافت کا کمال پیدا ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔ اور یہ اتصال اس طرح ہوتا ہے کہ اس اتصال کا اثر اس کی عطا کی جانے والی صورت پر اس طرح محفوظ ہو جاتا ہے جس طرح اولاد میں والدین کے نقوش اور خدوخال آ جاتے ہیں حالانکہ اس مولود کو شرف موروثی طور پر حاصل نہیں ہوتا۔''

پھر انہوں نے اپنی کتاب ''فیوض الحرمین'' میں ایک اور جگہ فرمایا ہے کہ:۔

''اس بارے میں ربّ نے جو مجھے سمجھایا ہے وہ یہ ہے کہ پہلے آسمان کی مدد سے نقول، باہمی روابط اور لباس کا نزول ہوتا ہے اور دوسرے آسمان میں منضبط قواعد ہیں جو لکھے جاتے اور تحریر میں لائے جاتے ہیں اور جنہیں سیکھا جاتا ہے اور وہ نسل در نسل منتقل ہوتے ہیں اور وہ سینوں میں ڈالے جاتے ہیں اور جن سے صحیفے پُر کئے جاتے ہیں اور تیسرے آسمان سے قدرتی رنگ آتا ہے جو (انسان) کی طبیعت بن جاتا ہے اور طبائع اس کی طرف مائل ہوتی ہیں اور اس کے لئے اپنی حمیت کی وجہ سے جوش مارتی ہے۔ پس وہ اس کی حفاظت کرتے اور مدد کرتے ہیں اور اس کے لئے برسرِ پیکار رہتے ہیں اور اس سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسے وہ اموال، اولاد اور نفوس سے محبت کرتے ہیں اور چوتھے آسمان سے غلبہ قوت اور تسخیر نازل ہوتی ہیں جن کی وجہ سے لوگوں کے سب چھوٹے بڑے اور ان کے علماء و امراء اس کے لئے مسخر کر دیئے جاتے ہیں اور پانچویں آسمان سے تکلیف اور سختی نازل ہوتی ہیں اور تو دیکھے گا کہ اس کا ہر منکر مصائب میں گرفتار اور دکھوں میں مبتلا کیا جاتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:

''ہمارا مدعا یہ ہونا چاہیئے کہ ہماری تالیفات جو جواہرات تحقیق اور تدقیق سے پُر اور حق کے طالبوں کو راہِ راست پر کھینچنے والی ہیں جلدی سے اور نیز کثرت سے ایسے لوگوں کو پہنچ جائیں جو بری تعلیموں سے متاثر ہو کر مہلک بیماریوں میں گرفتار یا قریب قریب موت کے پہنچ گئے ہیں اور ہر وقت یہ امر ہمارے مدّ نظر رہنا چاہیئے کہ جس ملک کی موجودہ حالت ضلالت کے سم قاتل سے نہایت خطرہ میں پڑ گئی ہو بلا توقف ہماری کتابیں اس ملک میں پھیل جائیں اور ہر ایک متلاشی حق کے ہاتھ میں وہ کتابیں نظر آویں۔''

(فتح اسلام، روحانی خزائن جلدنمبر3صفحہ 27)

ینصرک رجال نوحی الیھم من السماء

مرتبہ: حبیب الرحمٰن زیروی

حضرت اقدس مسیح موعودعلیہ السلام ایک اشتہار میں تحریر فرماتے ہیں:

''سچے مذہب کا خدا ایسا مطابق عقل اور نور فطرت چاہئے کہ جس کا وجود اُن لوگوں پر بھی حجت ہو سکے جو عقل تو رکھتے ہیں مگر ان کو کتاب نہیں ملی۔غرض وہ خدا ایسا ہونا چاہئے جس میں کسی زبردستی اور بناوٹ کی بُو نہ پائی جائے۔سو یاد رہے کہ یہ کمال اس خدا میں ہے جو قرآن شریف نے پیش کیا ہے۔اور تمام دنیا کے مذہب والوں نے یا تو اصل خدا کو بالکل چھوڑ دیا ہے جیسا کہ عیسائی اور یا ناواجب صفات اور اخلاقِ ذمیمہ اس کی طرف منسوب کرا دیئے ہیں جیسا کہ یہودی اور یا واجب صفات سے اس کو علیحدہ کر دیا ہے جیسا کہ مشرکین اور آریہ۔مگر اسلام کا خدا وہی سچا خدا ہے جو آئینہ قانون قدرت اور صحیفہ فطرت سے نظر آ رہا ہے۔اسلام نے کوئی نیا خدا پیش نہیں کیا بلکہ وہی خدا پیش کیا ہے جو انسان کا نور قلب اور انسان کا کانشنس اور زمین و آسمان پیش کر رہا ہے۔اور دوسری علامت سچے مذہب کی یہ ہے کہ مُردہ مذہب نہ ہو۔بلکہ جن برکتوں اور عظمتوں کی ابتداء میں اس میں تخم ریزی کی گئی تھی وہ تمام برکتیں اور عظمتیں نوع انسان کی بھلائی کے لئے اس میں آخر دنیا تک موجود ہیں تا موجودہ نشان گزشتہ نشانوں کے لئے مصدّق ہو کر اس سچائی کے نور کو قصّہ کے رنگ میں نہ ہونے دیں۔سو مَیں ایک مدت دراز سے لکھ رہا ہوں کہ جس نبوت کا ہمارے سیّد و مولیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعویٰ کیا تھا اور جو دلائل آسمانی نشانوں کے آنجنابؐ نے پیش کئے تھے وہ اب تک موجود ہیں اور پَیروی کرنے والوں کو ملتے ہیں تا وہ معرفت کے مقام تک پہنچ جائیں۔اور زندہ خدا کو براہ راست دیکھ لیں۔مگر جن نشانوں کو یسوع کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اُن کا دنیا میں نام و نشان نہیں صرف قصّے ہیں۔لہٰذا یہ مُردہ پرستی کا مذہب اپنے مُردہ معبود کی طرح مُردہ ہے۔ظاہر ہے کہ ایک سچائی کا بیان صرف قصّوں تک کفایت نہیں کر سکتا۔کونسی قوم دنیا میں ہے جن کے پاس کراماتوں اور معجزوں کے قصّے نہیں۔پس یہ اسلام ہی کا خاصہ ہے کہ وہ صرف قصّوں کی ناقص اور ناتمام تسلّی پیش نہیں کرتا۔بلکہ وہ ڈھونڈنے والوں کو زندہ نشانوں سے اطمینان بخشتا ہے۔اور اس شخص کو جو طالب حق ہو اس کو چاہئے کہ صرف بیہودہ مُردہ پرستی پر کفایت نہ کرے بلکہ نہایت ضروری ہے کہ محض ذلیل قصّوں پر سرنگوں نہ ہو۔ہم دنیا کے بازار میں اچھی چیزوں کے خریدنے کے لئے آئے ہیں۔ہمیں نہیں چاہئے کہ کوئی مغشوش چیز خرید کر نقد ایمان ضائع کریں۔زندہ مذہب وہ ہے جس کے ذریعہ سے زندہ خدا ملے۔زندہ خدا وہ ہے جو ہمیں بلاواسطہ مُلہم کر سکے اور کم سے کم یہ کہ ہم بلاواسطہ مُلہم کو دیکھ سکیں۔سو مَیں تمام دنیا کو خوشخبری دیتا ہوں کہ یہ زندہ خدا اسلام کا خدا ہے۔وہ مُردے ہیں نہ خدا جن سے اب کوئی ہمکلام نہیں ہو سکتا۔اس کے نشان نہیں دیکھ سکتا۔سو جس کا خدا مُردہ ہے وہ اُس کو ہر میدان میں شرمندہ کرتا ہے۔اور ہر میدان میں اُس کو ذلیل کرتا ہے اور کہیں اس کی مدد نہیں کر سکتا۔اس اشتہار کے دینے سے اصل غرض یہی ہے کہ جس مذہب میں سچائی ہے وہ کبھی اپنا رنگ نہیں بدل سکتی۔جیسے اوّل ہے ویسے ہی آخر ہے۔سچا مذہب کبھی خشک قصّہ نہیں بن سکتا۔سو اسلام سچا ہے۔مَیں ہر ایک کو کیا عیسائی کیا آریہ کیا یہودی اور کیا برہمو اس سچائی کے دکھلانے کے لئے بُلاتا ہوں۔کیا کوئی ہے جو زندہ خدا کا طالب ہے۔ہم مُردوں کی پرستش نہیں کرتے۔ہمارا زندہ خدا ہے۔وہ ہماری مدد کرتا ہے وہ اپنے الہام اور کلام اور آسمانی نشانوں سے ہمیں مدد دیتا ہے۔اگر دنیا کے اس سرے سے اس سرے تک کوئی عیسائی طالب حق ہے تو ہمارے زندہ خدا اور اپنے مُردہ خدا کا مقابلہ کر کے دیکھ لے۔مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس باہم امتحان کے لئے چالیس دن کافی ہیں۔''

(تبلیغ رسالت جلد 6 صفحہ 15-13)

حضرت اقدس مسیح موعودعلیہ السلام کے حق کے طالبوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اس جگہ یہ بھی بطور تبلیغ کے لکھتا ہوں کہ حق کے طالب جو مؤاخذہ الٰہی سے ڈرتے ہیں وہ بلاتحقیق اس زمانہ کے مولویوں کے پیچھے نہ چلیں اور آخری زمانہ کے مولویوں سے جیسا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈرایا ہے ویسا ہی ڈرتے رہیں

اور اُن کے فتووں کو دیکھ کر حیران نہ ہو جاویں کیونکہ یہ فتوے کوئی نئی بات نہیں۔ اور اگر اس عاجز پر شک ہو اور وہ دعویٰ جو اس عاجز نے کیا ہے اس کی صحت کی نسبت دل میں شبہ ہو تو مَیں ایک آسان صورت رفع شک کی بتلاتا ہوں جس سے ایک طالب صادق انشاء اللہ مطمئن ہو سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اوّل تو بہ نصوح کر کے رات کے وقت دو رکعت نماز پڑھیں جس کی پہلی رکعت میں سورۃ یٰس اور دوسری رکعت میں اکیس مرتبہ سورۃ اخلاص اور پھر بعد اس کے تین سو مرتبہ درود شریف اور تین سو مرتبہ استغفار پڑھ کر خدا تعالیٰ سے یہ دعا کریں کہ اے قادر کریم تو پوشیدہ حالات کو جانتا ہے اور ہم نہیں جانتے اور مقبول اور مردود اور مفتری اور صادق تیری نظر سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ پس ہم عاجزی سے تیری جناب میں التجا کرتے ہیں کہ اس شخص کا تیرے نزدیک کہ جو مسیح موعود اور مہدی اور مجدّد الوقت ہونے کا دعویٰ کرتا ہے کیا حال ہے۔ کیا صادق ہے یا کاذب اور مقبول ہے یا مردود۔ اپنے فضل سے یہ حال رؤیا یا کشف یا الہام سے ہم پر ظاہر فرما تا اگر مردود ہے تو اس کے قبول کرنے سے ہم گمراہ نہ ہوں اور اگر مقبول ہے اور تیری طرف سے ہے تو اس کے انکار اور اس کی اہانت سے ہم ہلاک نہ ہو جائیں۔ ہمیں ہر ایک قسم کے فتنہ سے بچا کہ ہر ایک قوت تجھ کو ہی ہے۔ آمین۔ یہ استخارہ کم سے کم دو ہفتہ کریں لیکن اپنے نفس سے خالی ہو کر۔ کیونکہ جو شخص پہلے ہی بُغض سے بھرا ہوا ہے اور بدظنّی اُس پر غالب آ گئی ہے اگر وہ خواب میں اُس شخص کا حال دریافت کرنا چاہے جس کو وہ بہت ہی بُرا جانتا ہے تو شیطان آتا ہے اور موافق اس ظلمت کے جو اس کے دل میں ہے اَور پُر ظلمت خیالات اپنی طرف سے اس کے دل میں ڈال دیتا ہے۔ پس اس کا پچھلا حال پہلے سے بھی بدتر ہوتا ہے۔ سو اگر تُو خدائے تعالیٰ سے کوئی خبر دریافت کرنا چاہے تو اپنے سینے کو بکلّی بُغض اور عناد سے دھو ڈال اور اپنے تئیں بکلّی خالی النفس کر کے اور دونوں پہلوؤں بُغض اور محبت سے الگ ہو کر اس سے ہدایت کی روشنی مانگ کہ وہ ضرور اپنے وعدہ کے موافق اپنی طرف سے روشنی نازل کرے گا جس پر نفسانی اوہام کا کوئی دُخان نہیں ہو گا۔ سواے حق کے طالبو! ان مولویوں کی باتوں سے فتنہ میں مت پڑو اُٹھو اور کچھ مجاہدہ کر کے اس قوی اور قدیر اور علیم اور ہادیٔ مطلق سے مدد چاہو اور دیکھو کہ اب مَیں نے یہ روحانی تبلیغ بھی کر دی ہے۔ آئندہ تمہیں اختیار ہے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی‘‘

المبلغ غلام احمد عفی عنہ

(نشان آسمانی، روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 401-400)

کتاب البریہ میں آپ تحریر فرماتے ہیں:

’’مَیں نے بار بار کہا کہ آؤ اپنے شکوک مٹالو۔ پر کوئی نہیں آیا۔ مَیں نے فیصلہ کے لئے ہر ایک کو بلایا پر کسی نے اس طرف رُخ نہیں کیا۔ مَیں نے کہا کہ تم استخارہ کرو اور رو رو کر خدا تعالیٰ سے چاہو کہ وہ تم پر حقیقت کھولے۔‘‘

(کتاب البریّہ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 330-329)

حضرت منشی جلال الدین صاحب بلانویؓ پنشنر سابق میر منشی رجمنٹ نمبر 12 موضع بلانی کھاریاں ضلع گجرات

’’بیعت کا پس منظر: ایک دفعہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت خواب میں ہوئی تو دل کی بے قراریاں اور بڑھ گئیں۔ دوبارہ جب حضرت اقدسؑ کی زیارت خواب میں ہوئی تو آپ نے حضور کا دامن پکڑ لیا اور عرض کیا حضورؑ! آپ مجھے اپنے نام اور جائے قیام سے مطلع فرمائیں تو حضرتؑ نے آپ کو نام اور رہائش بتادی۔

جب آپ کی رجمنٹ جھانسی چلی گئی تو 1882ء یا 1883ء میں آپ نے چند ماہ کی رخصت لی اور قادیان کے لئے رختِ سفر باندھا۔ یکّے والا حضرت اقدسؑ کے علاوہ کسی اور کے پاس آپ کو لے گیا تو آپ نے کہا کہ یہ وہ شخص نہیں اس پر یکّے والا آپ کو حضرت اقدسؑ کے پاس لے گیا۔ حضور پُر نور کو دیکھتے ہی آپ نے پہچان لیا اور بیعت کی درخواست کی لیکن حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ ابھی بیعت لینے کا حکم نہیں ملا۔

بیعت: جب حضرت اقدسؑ نے بیعت کا اعلان فرمایا تو آپ نے فوراً بیعت کر لی۔ رجسٹر بیعت میں آپ کی بیعت 93 نمبر پر درج ہے۔ بیعت کے بعد ایک نمایاں تبدیلی دیکھنے میں آئی کہ آپ کی عبادات میں اس قدر رقّت اور خشیت تھی کہ آنسوؤں سے آپ کا چہرہ مبارک تر ہو کر گُرتا بھی بھیگ جایا کرتا۔‘‘

(313 اصحاب صدق و صفا مؤلفین نصر اللہ خان ناصر۔ عاصم جمالی صفحہ 22-21)

حضرت منشی عبدالرحمٰن صاحب کپورتھلہ

’’بیعت اور اس کا پس منظر: آپ براہین احمدیہ کا مطالعہ کرتے ہی حضرت مسیح موعودؑ کے معتقد ہو گئے اور جب بیعت کرنے کا اعلان ہوا تو استخارہ کے بعد فوراً بیعت کرنے کیلئے لدھیانہ روانہ ہو گئے اور بیعت اولیٰ 23/ مارچ 1889ء لدھیانہ میں شامل ہو گئے۔ رجسٹر بیعت کے مطابق بیعت کا نمبر 59 ہے۔ جہاں

پتہ سراوہ تحصیل ہاپوڑ ضلع میرٹھ درج ہے۔ آپ اس وقت کپورتھلہ میں تھے۔

(313 اصحاب صدق و صفا مؤلفین نصر اللہ خان ناصر۔ عاصم جمالی سن اشاعت 2007ء ربوہ صفحہ37)

بیعت کے بارہ میں آپ کا بیان ہے:

''مقام لدھیانہ سے اشتہار بیعت شائع ہوا۔ اس میں لکھا تھا کہ جس کو بیعت کرنا ہے بعد ادائے نماز استخارہ جیسا اس کو معلوم ہو وہ کرے اگر آنا معلوم ہو تو آ جائے اور اگر نہ آنا معلوم ہو تو نہ آئے۔ خاکسار اسی روز رات کو مسنون نماز استخارہ پڑھ کر اور دعا کر کے سو گیا۔ مجھ کو خواب میں آواز آئی کہ ''عبدالرحمٰن آ''۔ بس میں صبح ہوتے ہی مقام لدھیانہ پہنچا۔''

(رجسٹر روایات صحابہ جلد اول روایات منشی عبدالرحمن کپورتھلوی)

حضرت صاحبزادہ محمد سراج الحق صاحب جمالی نعمانی قادیانیؓ سابق سرساوی معہ اہل بیت

''حضرت اقدسؑ کی بیعت۔ پس منظر: آپ نے خواب میں دیکھا کہ ایک مکان میں کثرت سے آدمی موجود ہیں اور حضرت رسول مقبول خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ تشریف رکھتے ہیں۔ آپ بے تکلف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا بیٹھے۔ آپ نے آنحضرت ﷺ کے قدم مبارک کو بوسہ دیا اور آنکھوں سے لگایا۔ دو برس بعد لدھیانہ میں گئے تو حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا شہرہ سنا تو آپؑ کی مجلس میں حاضر ہوئے آپ کی صورت دیکھی تو کیا دیکھتے ہیں کہ یہ تو وہی صورت ہے جس صورت پر حضرت نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا تھا۔ اس ملاقات کے کوئی چھ ماہ بعد آپ حضرت اقدسؑ کو قادیان میں ملے تو آپ کی اعتقادی حالت بہت ترقی کر چکی تھی۔ تب آپ بصدق دل بیعت سے مشرف ہوئے۔ آپ نے 23/ دسمبر 1889ء کو بیعت کی رجسٹر بیعت اُولیٰ میں آپ کا نام 153 نمبر پر درج ہے۔ آپ مباحثہ دہلی میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے ہمراہ تھے۔''

(313 اصحاب صدق و صفا مؤلفین نصر اللہ خان ناصر۔ عاصم جمالی سن اشاعت 2007ء ربوہ صفحہ60)

حضرت منشی گلاب دین صاحب۔ رہتاس۔ جہلم

''بیعت کا پس منظر: حضرت منشی صاحب کی ہمشیرہ رانی (زوجہ علی بخش مرحوم) نے خواب دیکھا کہ آسمان پر چودھویں کا چاند طلوع ہوا ہے اور ہر طرف روشنی پھیل گئی ہے۔ انہوں نے صبح اپنی خواب حضرت منشی صاحب کو سنائی اور صرف اتنا کہا کہ مہدی آ گیا ہے اس کو ڈھونڈو۔ چند دن بعد حضرت منشی صاحب کے شاگرد سید غلام حسین شاہ (جو جہلم محکمہ مال میں ملازم تھے) نے آپ کو حضرت اقدسؑ کی کتاب براہین احمدیہ دی کہ اسے غور سے ملاحظہ کریں۔ اس کا مصنف کس شان کا ہے۔ جب آپ نے براہین کا مطالعہ کیا تو اپنی ہمشیرہ سے کہا کہ مبارک ہو آپ کی خواب پوری ہو گئی، امام مہدی کا ظہور ہو گیا ہے۔ دوران مطالعہ جب کوئی مشکل پیش آتی تو آپ اپنے ایک دوست کے پاس جاتے جو بڑے نیک انسان تھے۔ انہوں نے حضرت منشی صاحب سے کہا کہ آپ صبر سے کام لیں کہیں جلدی میں صادق کا انکار نہ ہو جائے۔

بیعت: حضرت مولانا برہان الدین جہلمی رضی اللہ عنہ قادیان اور ہوشیار پور سے حضرت اقدسؑ کی زیارت کے بعد لوٹے۔ تو منشی صاحب نے کچھ اعتراض کئے۔ اس پر حضرت مولوی برہان الدینؓ نے کہا پہلے اسے جا کر دیکھ آؤ پھر میرے ساتھ بات کرنا۔ چنانچہ منشی صاحب اور آپ کے ایک قریبی رشتہ دار ملک غلام حسین قادیان پہنچے۔ حضرت اقدسؑ سیر سے واپس آ رہے تھے تو ملاقات ہوئی۔ آپ حضرت اقدسؑ کا نورانی چہرہ دیکھ کر واپس آ گئے۔ بعد میں جب حضرت اقدسؑ نے دعویٰ کیا تو بیعت کا خط لکھ دیا۔ آپ کی بیعت 8/ستمبر 1892ء کو حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے منظور فرمائی۔ رجسٹر بیعت اُولیٰ میں آپ کا نام 353 نمبر پر درج ہے۔''

(313 اصحاب صدق و صفا مؤلفین نصر اللہ خان ناصر۔ عاصم جمالی سن اشاعت 2007ء ربوہ صفحہ74)

حضرت میاں عبداللہ صاحبؓ ٹھٹھہ شیر کا

بیعت: آپ نے دو دفعہ پیدل حج بیت اللہ کی سعادت پائی۔ حج کے دوران آپ نے ایسی خوابیں دیکھیں جس سے حضرت اقدسؑ کی صداقت ظاہر ہو گئی۔ چنانچہ واپسی پر چند دن ٹھٹھہ شیر کا میں قیام کے بعد قادیان روانہ ہو گئے اور حضور کی بیعت کر لی۔ رجسٹر بیعت اولیٰ میں 148 نمبر پر بیعت درج ہے۔ میاں عبداللہ ولد مراد ساکن شیر کا ٹھٹھہ ضلع منٹگمری ضلع ساہیوال مقام چوچک قوم کھرل پیشہ زمینداری، اصل پتہ: مقام سیدوالا ضلع منٹگمری (حال ضلع ننکانہ صاحب...... ناقل) معرفت مولوی جمال الدین صاحب میاں عبداللہ صاحب 5/دسمبر 1891ء کو قادیان میں بیعت کے بعد واپس گاؤں پہنچے تو بھائیوں نے شدید مخالفت کی زمین اور مال و مویشی چھین لئے اور ان کے بیوی بچوں کو بھی لے گئے مگر میاں صاحب کے ثبات قدم میں کوئی

فرق نہ آیا بلکہ اخلاص میں آگے بڑھتے گئے۔سلسلہ کی امداد کے لئے حسبِ توفیق قادیان رقم بھجواتے رہے جس کا حضور نے اپنی کتب میں ذکر فرمایا ہے۔
چک نمبر 278 گ ب شیر کا ضلع فیصل آباد میں شیر کا برادری نے فی آدمی ایک مربع زمین الاٹ کروائی تھی۔ میاں صاحب بھی یہاں آکر آباد ہو گئے۔الاٹمنٹ کا سلسلہ کئی سال سے بند ہو چکا تھا مگر میاں صاحب نے لوگوں کے منع کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے درخواست دے دی۔ڈپٹی کمشنر نے ایک مربع زمین الاٹ کر دی جبکہ اس سے قبل اور بعد میں لوگوں کی درخواستیں رد ہو گئیں۔گاؤں کے نمبردار تبریز ولد مبارک نے حضرت میاں صاحب کی شدید مخالفت کی حضور کے خلاف گندی زبان استعمال کی۔ چنانچہ حضرت اقدسؑ کی دعا کے ساتھ جلد اپنے عبرتناک انجام کو پہنچ گیا۔آج اس کی نسل تک دنیا میں نہیں۔

(313 اصحاب صدق و صفا مؤلفین نصر اللہ خان ناصر۔ عاصم جمالی سن اشاعت 2007ء ربوہ صفحہ108)

حضرت میاں کریم الدین صاحبؓ مدرس قلعہ سوبھا سنگھ

''**رؤیا میں راہنمائی:** سکول میں ایک سیکنڈ ماسٹر جو سیّد تھے حضرت اقدسؑ کی کتاب ''ازالہ اوہام'' پڑھا کرتے تھے لیکن حضورؑ کی بیعت نہیں کی تھی۔ان ہی دنوں میں آپ نے حضرت اقدسؑ کو خواب میں دیکھا اور مصافحہ بھی کیا۔بعد ازاں آپ نے چوہدری نبی بخش صاحبؓ حوالدار کو خواب میں دیکھا کہ انہیں الہام ہوتا ہے اور وہ بیعت بھی کر چکے تھے۔اس کا ذکر آپ نے اس سید صاحب (سیکنڈ ماسٹر) سے کیا تو وہ ٹال گئے لیکن آپ کو یقین ہو گیا کہ جب حضرت اقدسؑ کے مریدوں کو الہام ہوتا ہے تو حضرتؑ کا دعویٰ بالکل درست ہے۔
بیعت: 1896ء میں پیدل قادیان پہنچے اور حضرت حکیم فضل الدین صاحب بھیرویؓ کی وساطت سے حضرت اقدسؑ سے ملاقات کی اور 29/دسمبر 1896 کو بیعت کر لی۔''

(313 اصحاب صدق و صفا مؤلفین نصر اللہ خان ناصر۔ عاصم جمالی سن اشاعت 2007ء ربوہ صفحہ117)

حضرت شیخ نبی بخش صاحبؓ لاہور

''**بیعت کا پس منظر:** آپ نے ستمبر 1882ء میں حضرت اقدسؑ کو خواب میں دیکھا تھا۔جو 27/دسمبر 1891ء کو پورا ہوا۔رؤیا میں ایک پیر مرد نورانی صورت آپ کے سامنے آیا ہے۔اس کا تمام وکمال حلیہ آپؓ کے دل پر نقش ہوا آپؓ بیدار ہو گئے۔
''براہین احمدیہ'' کے بار بار مطالعہ سے آپ کے دل میں ایک امنگ پیدا ہوئی کہ خود قادیان جا کر حضرت اقدسؑ سے ملاقات کی جائے۔13/جون 1886ء میں پنڈت لیکھرام کا بیان صاحبزادی عصمت بیگم کی ولادت کے موقع پر حضرت اقدسؑ کی پیشگوئی پسرِ موعود کے خلاف شائع ہوا۔آپ نے اُس پر ایک استفسار حضور سے کیا جس کا ذکر اشتہار محک الاخیار والاشرار پر ہے۔اکتوبر 1886ء میں آپ قادیان گئے اور حضرت اقدسؑ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔
حضرت اقدسؑ کے رسالہ ''فتح اسلام'' اور ''توضیح مرام'' کی اشاعت پر ہندوستان میں ایک سخت مخالفت کا طوفان برپا ہوا۔حضرت اقدسؑ کو ایک جلسہ کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔اُس پر آپ کو بھی حضرت اقدسؑ نے دو مکتوب لکھے۔
بیعت: 27/دسمبر 1891ء کو حضرت مولوی عبدالکریمؓ صاحب ''آسمانی فیصلہ'' سنانے کیلئے مقرر کئے گئے لیکن آپ نے جب حضرت اقدسؑ کے رُوئے مبارک اور لباس کی طرف دیکھا تو وہی حلیہ تھا اور وہی لباس زیب تن تھا جس کو ایام طالب علمی میں آپ نے 1882ء کی رؤیا میں دیکھا تھا۔جلسہ برخاست ہونے پر آپ نے بیعت کر لی۔رجسٹر بیعت اولیٰ میں آپ کا نام 175 نمبر پر درج ہے جہاں ساکن راولپنڈی حال ملازم دفتر اکیزامینر صاحب بہادر لاہور تحریر ہے۔''

(313 اصحاب صدق و صفا مؤلفین نصر اللہ خان ناصر۔ عاصم جمالی سن اشاعت 2007ء ربوہ صفحہ121)

حضرت منشی رحیم بخش صاحبؓ میونسپل کمشنر لدھیانہ

تعارف و بیعت: حضرت منشی رحیم بخش رضی اللہ عنہ کے بارہ میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنا ایک رؤیا میر عباس علی سے بیان کیا۔ جسے بیان کر کے حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ شاید وہ تمہارا لدھیانہ ہی نہ ہو۔ پھر وہ رؤیا حضرت منشی رحیم بخش صاحبؓ کے مکان پر پورا ہوا۔وہ رؤیا حضرت اقدس بیان فرماتے تھے کہ:

''ہم کسی شہر میں گئے ہیں اور وہاں کے لوگ ہم سے برگشتہ ہیں اور انہوں نے کچھ اپنے شکوک دریافت کئے۔جن کا جواب دیا گیا لیکن وہ ہمارے خلاف ہی رہے نماز کے لئے کہا کہ آؤ تم کو نماز پڑھائیں تو جواب دیا کہ ہم نے پڑھی ہوئی ہے اور خواب میں یہ واقعہ ایسی جگہ پیش آیا تھا جہاں ہماری دعوت تھی۔اس وقت ہمیں ایک کھلے کمرہ میں بٹھایا گیا۔لیکن اس میں کھانا نہ کھلایا گیا پھر بعد میں ایک تنگ

کمرہ میں بٹھایا گیا اور اس میں بڑی دقت سے کھانا کھایا گیا۔‘‘

(سیرت المھدی جلد سوم)

یہ رؤیا یوں پوری ہوئی کہ حضرت صاحب لدھیانہ تشریف لے گئے اور منشی رحیم بخش صاحب کے مکان پر دعوت ہوئی۔ جہاں پہلے ایک کھلے کمرہ میں بٹھا کر پھر ایک تنگ کمرہ میں کھانا کھلایا گیا۔ پھر وہاں ایک شخص مولوی عبدالعزیز صاحب کی طرف سے منشی احمد جانؓ کے پاس آیا اور آ کر کہا کہ مولوی صاحب کہتے ہیں کہ قادیان والے مرزا صاحب ہمارے ساتھ آ کر بحث کر لیں یا کوتوالی چلیں۔ اس پر منشی صاحب نے کہا کہ...... ’’اگر کسی نے اپنے شکوک رفع کروانے ہیں تو محلّہ صوفیاں میں آ جائے۔ جہاں حضرت صاحب ٹھہرے ہوئے ہیں۔ اس رؤیا کے پورا ہونے پر لالہ ملاوامل نے شہادت دی تھی کہ واقعی رؤیا پورا ہو گیا۔‘‘

(313 اصحاب صدق و صفا مؤلفین نصر اللّٰہ خان ناصر۔ عاصم جمالی سن اشاعت 2007ء ربوہ صفحہ136-135)

حضرت شیخ محمد صاحب مکّی

سلسلہ احمدیہ سے رابطہ اور بیعت: آپ بغرض سیر و سیاحت بلاد ہند میں تشریف لائے تھے۔ آپ نے خواب میں دیکھا کہ عیسیٰ آسمان سے نازل ہو گیا اور دل میں کہا کہ انشاء اللہ القدیر اپنی زندگی میں عیسیٰ کو دیکھ لیں گے۔ جموں میں احمدیت کا پیغام ملا۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام پر 4/اپریل 1885ء کو الہام نازل ہوا۔ ’’یَدْعُوْنَ لَکَ اَبْدَالُ الشَّامِ وَعِبَادُ اللّٰہِ مِنَ الْعَرَبِ‘‘ یعنی تیرے لئے ابدال شام اور عرب کے نیک بندے دعا کرتے ہیں۔ اس آسمانی خبر کے ساڑھے پانچ سال بعد لدھیانہ میں 10/جولائی 1891ء کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک پر آپ نے بیعت کر لی۔ آپ کی بیعت 141 نمبر پر رجسٹر بیعت اولیٰ میں درج ہے۔ جہاں پورا نام یوں درج ہے ’’شیخ محمد بن شیخ احمد مکی بن حارہ شعب عامر‘‘

(رجسٹر بیعت اولیٰ مندرجہ تاریخ احمدیت جلد1 صفحہ 355)

کچھ عرصہ برکات سے مستفید ہونے کے بعد 1893ء کے وسط میں مکہ شریف بخیریت واپس پہنچ گئے۔ فریضہ حج کی بجا آوری کے بعد 4/اگست 1893ء کو حضرت اقدسؑ کی خدمت میں تفصیلی کوائف و حالات لکھے۔ نیز شعب عامر کے ایک تاجر السید علی طالع تک پیغام حق پہنچانے اور انہیں عربی تصانیف بھجوانے کی نسبت عرضداشت کی۔ چنانچہ حضرت اقدسؑ نے ’’حمامۃ البشریٰ‘‘ (عربی) مکہ معظّمہ بھجوائی جس میں حضور نے دعویٰ مسیحیت، دلائل وفات مسیح اور نزول مسیح اور خروج دجال کا تذکرہ فرمایا۔

(313 اصحاب صدق و صفا مؤلفین نصر اللّٰہ خان ناصر۔ عاصم جمالی سن اشاعت 2007ء ربوہ صفحہ147)

حضرت سیّد مہدی حسین صاحبؓ علاقہ پٹیالہ

’’**تعارف و بیعت:** حضرت سیّد مہدی حسین رضی اللہ عنہ پٹیالہ کے گاؤں سیّد خیری میں ایک شیعہ خاندان میں 7/محرم 1285ھ کو پیدا ہوئے۔ لدھیانہ میں علم خطاطی سے شناسائی حاصل کی۔ ’’سرمہ چشم آریہ‘‘، ’’سبز اشتہار‘‘ تصانیف حضرت اقدس مسیح موعودؑ پڑھنے کے بعد ایک خواب میں یہ تحریر پڑھی ’’جے حضرت مرزا صاحب‘‘ اس سے حضرت اقدسؑ کی صداقت کے قائل ہو گئے اور 1893ء میں بیعت کر لی۔‘‘

(313 اصحاب صدق و صفا مؤلفین نصر اللّٰہ خان ناصر۔ عاصم جمالی سن اشاعت 2007ء ربوہ صفحہ208)

مولوی رحیم اللہ صاحب لاہوری رضی اللہ عنہ

’’مولوی صاحبؓ صوفی منش، سادہ طبیعت، منکسر المزاج، کم گو، خلوت پسند، عاشق قرآن و حدیث اور با خدا بزرگ تھے۔ آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک خاص مناسبت اور عشق تھا۔ آپ مکرم میاں معراج الدین صاحب عمرؓ (مدفون بہشتی مقبرہ قطعہ خاص) کے سکونتی مکان متصل واٹر ورکس لاہور کے سامنے کی مسجد میں امامت کراتے تھے۔ اس جگہ کئی بار نماز پڑھاتے ہوئے عالم بیداری میں آپ پر کشفی حالت طاری ہوئی۔ نیز آپ کو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور کئی اور انبیاء وصلحاء کی زیارت بار ہا رؤیا اور کشوف میں ہوئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت آپ پر نہایت عجیب اور بیّن الہام، رؤیا اور کشف سے واضح ہوئی تھی۔ چنانچہ فرماتے تھے کہ میں نے حضرتؑ کے دعاوی کے متعلق استخارہ کیا تو جواب میں ایک ڈولا (پالکی) کو آسمان سے اترتے دیکھا اور میرے دل میں القاء ہوا کہ حضرت مسیحؑ آسمان سے اُتر آئے ہیں۔ جب پالکی کا پردہ اُٹھا کر دیکھا تو اس کے اندر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پایا۔ تب مَیں نے بیعت کر لی۔‘‘

(اصحاب احمد جلد اوّل صفحہ 66-65)

وادیِ کاغان

صفیہ بیگم رعنا

اس دفعہ یعنی ۶ جنوری ۲۰۱۳ء کو اپنے چھوٹے سے خطرات سے گھرے ہوئے غریب ملک پاکستان جانے کا اتفاق ہوا۔ جونہی جہاز سے اتر کر جب اس سرزمین پر نگاہ پڑی تو عجیب سی کیفیت محسوس ہوئی۔ اس سرزمین پر میرا بچپن گزرا۔ بلکہ عمر کا زیادہ حصہ بیتا تھا۔ بچپن کا والدین کے سائے میں ایک سنہری اور بے فکری کا زمانہ گزرا۔ تعلیم حاصل کی، اور بہت سی خوشیاں دیکھیں۔ کیا بتاؤں ایک رنگین زمانہ گزرا۔ ایک دم ماضی کا سب کچھ سامنے آ گیا۔ بیٹی کی آواز نے مجھے ماضی کی سنہری یادوں سے بیدار کر دیا۔ جو کہ مجھے رسیو کرنے ایرپورٹ پر گاڑی لیکر کھڑی تھی۔ بہر حال میرے خیالات منتشر ہوگئے اور پرتپاک ایک دوسرے سے بغلگیر ہوئیں۔ اور اسنے کہا الحمداللہ آپ بخیریت پہنچ گئیں ہیں اور اسلام آباد روانہ ہوگئے۔ بہر حال اللہ کے فضل و رحمت کے ساتھ انکے گھر پہنچ گئے۔ دن رات بہت مزے سے بچوں کے ساتھ گزرنے لگے بیچ میں کچھ دن فلو کی نظر ہوگئے بیٹی اور بچوں نے بہت خدمت کی۔ سارے رشتہ دار اپنے پرائے ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ سردیوں کا موسم ذرا گزرا تو بہار کی آمد آمد ہوگئی۔ پھول کھلنے لگے پودوں کی خوبصورت کونپلیں پھوٹنے لگیں۔ بہت دلفریب اور سہانا موسم شروع ہوگیا۔ اور دل چاہا کہیں پہاڑوں کی سیر کو جائیں۔ کیونکہ مئی کا مہینہ آ گیا تھا۔ کچھ کچھ گرمی شروع ہو رہی تھی۔ تو سب نے مشورہ کیا کہ وادیِ کاغان کی طرف جائیں۔ آخر ایک دن پروگرام بنا اور صبح صبح وادیِ کاغان کی طرف اپنا سفر شروع کیا۔ میری بیٹی، داماد اور انکی بچی یعنی میری نواسی۔ چار افراد پر مشتمل ہم لوگ اللہ کا نام لیکر روانہ ہوئے۔ جب ہم ہری پور حویلیاں سے ہوتے ہوئے ایبٹ آباد پہنچے تو میرے داماد کے دوست جنید شاہ ہمارے استقبال کے لیے آئے ہوئے تھے۔ علیک سلیک کے بعد گاڑی پر ہمارے ساتھ ہی بیٹھ کر گاڑی چلانے لگے۔ پھر ایک گھنٹے کے بعد مانسہرہ پہنچ گئے۔ جنید شاہ کافی زندہ دل شخص تھا۔ بہت اچھی باتیں کرتا مزاحیہ باتیں بھی کرتا۔ ہم بہت اسکی باتوں سے محظوظ ہوتے رہے۔

آخر کاغان ویلی کی طرف رواں دواں ہوئے۔ پہاڑی علاقہ شروع ہوگیا بل کھاتا ہوا پر پیچ راستہ چڑھائی پہ جا رہا تھا۔ ایک طرف پہاڑ اور دوسری طرف کھائیاں تھیں۔ بس راستے میں اللہ کا نام لیتے ہوئے اور دعائیں کرتے ہوئے چڑھائیاں چڑھتے جا رہے تھے حشرائی پہنچے جو کہ چند مکانوں کا ایک گاؤں تھا۔ اس کے بعد شوگراں اور اوپر چڑھتے گئے اور اس کے نزدیک جنید کا بہت بڑا ایک پہاڑی پر ہوٹل تھا۔ جو کہ سیاحوں کے لیے بہت آرام دہ اور خوبصورت تھا۔ وہاں تک پہنچتے ہوئے کافی شام ہوگئی تھی اندھیرا چھا گیا تھا ہم کافی تھک گئے تھے وہاں ایک بہت بڑا ہوٹل کا باغ تھا۔ بہت اچھا سجایا ہوا تھا۔ طرح طرح کے پھول اور فوارے وغیرہ وغیرہ۔ وہاں ہم کچھ ستائے اور آرام کیا اور گرم گرم بہت اچھی چائے وغیرہ پی۔ اس سے پہلے ہم مانسہرہ کے بعد بالاکوٹ کی طرف روانہ ہوئے۔ بالاکوٹ پہنچے وہاں ایک طرف ندی کنہار اور دوسری طرف پہاڑ تھے ندی کا بہت پیارا نظارہ تھا۔ اور بہت تیز پانی جا رہا تھا۔ بالاکوٹ شہر کا نام بالا پیر صاحب کے نام سے مشہور ہے وہاں بالا پیر صاحب کا مزار ہے اور لوگ دور دراز سے جوک در جوک جاتے ہیں اور کوڑھ کے مریض زیادہ تر جاتے ہیں وہاں پر بیرکس بنی ہوئی ہیں۔ ان میں باتھ روم اور رہائش کی جگہیں ہیں جہاں پر لوگ چند دن رہ کر غسل وغیرہ کرتے ہیں اور انکی مزار پر دعائیں کر کے ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ پھر واپس گھر لوٹ آتے ہیں۔ (کوڑھ) ایک بیماری ہے جس سے سارے بدن پر خارش ہوتی ہے اور خاص طور پر ہاتھوں کی انگلیوں میں کافی دانے نکل آتے ہیں جو کہ بہت تکلیف کا باعث ہوتے ہیں اصل میں اس زیارت کے پیچھے گندھک کا پہاڑ ہے۔ جس سے پانی کے چشمے بہتے ہیں۔ اس پانی سے غسل کرنے سے انسان اللہ کے فضل سے ٹھیک ہو جاتا ہے اور ندی کے دوسرے کنارے پر ایک پہاڑ کی اونچی چوٹی پر سید احمد شاہ بریلوی کی قبر ہے۔ جہاں سکھوں نے انہیں ۱۸۷۵ء میں دہلی کے غدر میں شہید کیا تھا لوگ اس مقبرہ پر بھی زیارت اور دعا کرنے کے لیے جاتے ہیں۔ بالاکوٹ میں ۲۰۰۵ء میں شدید زلزلہ آیا تھا۔ بہر حال ہمارا سفر جاری رہا اور زیادہ اونچائی شروع ہوئی اور مغرب کے وقت ایک گاؤں ہے جس کا نام کوائی ہے وہاں پہنچے۔ وادی کاغان کشمیر جنت نظیر کا ایک حصہ ہے۔ سرینگر کی طرف جہانگیر بادشاہ اور نور جہاں اپنے زمانے میں آئے تھے۔ تو انہیں یہ علاقہ بہت پسند آیا تو انہوں نے اسی (۸۰) ایکڑ زمین پر ایک خوبصورت باغ اور مثالی محل بنوایا تھا۔ جو کہ آج تک سیاح دیکھنے کے لیے جاتے ہیں۔ اور اسکے پاس ہی جھیل سیف الملوک بھی ہے اسکی اپنی ایک کہانی ہے۔ بہر حال پھر ہمارا میزبان ہمیں اس پہاڑی پر لے گیا۔ وہاں پر انکا ایک خوبصورت ہٹ نما لکڑیوں کا بنا ہوا گھر تھا جو کہ بہت

خوبصورت تراشی ہوئی بالکل امریکہ کے گھروں کی طرح بنا ہوا تھا۔ وہاں پر تکلف ہمیں ڈنر کھلایا گیا اور تھکے ہوے تھے جلد ہی نیند کی آغوش میں چلے گئے۔ بہت آرام دہ رہایش گاہ تھی۔ صبح جب بیدار ہوئے باہر نکلے تو ہٹ کے ساتھ ایک برآمدہ اور مناسب لان تھا۔ جس کے تینوں طرف نیچے ڈھلوان تھی۔ اور PINE پائن کے اور دیودار کے درخت تھے۔ سورج صبح درختوں سے چھن کر کرنیں بکھیر رہا تھا اور انکی بہت خوشبو دار سائیں سائیں کرتی ہوئی خالص آکسیجن سی بھری ہوئی ہوا موسم کو معطر کر رہی تھی اور خنکی کی وجہ سے سورج کی تازہ کرنیں درختوں سے چھن چھن کر ہمارے اوپر بکھر رہی تھیں عجیب خوشگوار اور حسین منظر تھا۔ لان میں ہم کرسیوں پر بیٹھے وقت کے حسن سے محظوظ ہو رہے تھے۔ کہ صبح کا پر تکلف ناشتہ آ گیا۔ گرم گرم چائے بہت اچھی لگی۔ کچھ دیر وقت سے لطف اندوز ہوتے رہے پھر آگے چلنے کا پروگرام بنایا اور پہاڑی سے اتر کر نیچے پہاڑوں کے پیچ وخم کاٹتے ہوئے رواں دواں ہوئے اور پھر ایک اور پہاڑی پر چڑھے۔ وہاں ایک بہت بڑا ریسٹورینٹ تھا۔ وہاں پر سکولوں کے بچے اور ٹیچر بھی آئے ہوئے تھے۔ ریسٹورینٹ کے چاروں طرف بہت بڑا سبز لان تھا۔ بچے دوڑتے پھرتے تھے تب ہم بھی اس لان میں گئے۔ چاروں طرف حد نگاہ تک بہت اونچے پہاڑ برف سے لدے ہوئے آسمان سے باتیں کر رہے تھے۔ اور سورج خوب چمکتا تھا اور اسکی ضیا پاش کرنیں پہاڑوں کو چکا چوند بنا رہی تھیں ایسا لگتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا پرنور چہرہ ان پہاڑوں پر اپنا نور بکھیر رہا ہے۔ سامنے موسیٰ کا مصلہ تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے پہاڑی کی چوٹی جہاں پر چوڑی اور ہموار ہے واقعی وہاں پر موسیٰ کا مصلہ بچھا ہوا ہے۔ اور ننگا پربت کی برف سے ڈھکی ہوئی بہت بلند و بالا چوٹیوں پر عجب اللہ تعالیٰ کی قدرت کا شاہکار نظر آتا تھا اور اُسکی کاریگری پر سبحان اللہ ہر سانس میں نکلتا تھا۔ سکولوں کے بچے بھی اپنی فوٹو نکال رہے تھے۔ ہم نے بھی اپنے اور جگہ کے فوٹو وغیرہ نکالے۔ چاروں طرف بلند و بالا برف سے خوبصورت ڈھکے ہوئے پہاڑ تھے نگاہ ڈالی تو اللہ تعالیٰ کی عظمت اور کاریگری نے دل و دماغ میں ایک عجیب عقیدت اور پیار بھر دیا۔ اسکے بعد نیچے ہوٹل میں آئے۔ اور وہاں ایک اوپن جگہ پر درختوں کی چھاؤں میں بیٹھے اور وہاں کا خاص لوکل کھانا یعنی لنچ کھایا۔ جو کہ تنور کی مکئی کی روٹی۔ ساگ لسی مکھن۔ دہی اخروٹوں کی چٹنی وغیرہ وغیرہ کھایا بڑا مزہ آیا۔ چونکہ سب مزیدار خالص چیزیں تھیں۔ اس کے بعد چونکہ دن کے تین بج چکے تھے۔ اور ہمارا سفر ابھی باقی تھا۔ بہر حال ہم گاڑی میں بیٹھے اور پہاڑی سے ڈھلوان کی طرف جانے لگے۔ اسی طرح پہاڑوں سے نیچے نشیب و فراز گھومتے ہوئے ندی کنہار کے پاس پہنچ گئے۔ جہاں دونوں طرف بلند و بالا پہاڑ اور درمیان سے ندی اپنے شان سے شور مچاتی ہوئی گزر رہی تھی۔ ہم ایک پل سے گزر کر ندی کے دوسری طرف گئے۔ اور وہاں جنید شاہ کا ہوٹل تھا۔ اس جگہ کا نام کھنیاں تھا۔ ندی بالکل ساتھ بہہ رہی تھی۔ اور اس کے ساتھ ہوٹل کا لان تھا۔ یہ ہوٹل تھا اور ریسٹورنٹ تھا۔ لان میں بیٹھ کر ہم نے گرم گرم چائے پی ندی کا شور تھا اور ہلکی ہلکی سردی لگ رہی تھی۔ چائے کا بہت مزہ آیا۔ اس ہوٹل کا پہاڑ بہت اونچا اور بلکل سرد تھا۔ اور ہوٹل کے پیچھے بھی پہاڑ تھا ندی کا پانی بہت تیز تھا۔ کیونکہ اوپر پہاڑوں سے آ رہی تھی۔ پتھروں سے اچھلتی کودتی ترنم جلترنگ سے اللہ کی ثناہی گاتی ہوئی جا رہی تھی۔ پہاڑوں کو دیکھو تو کس شان سے اللہ تعالیٰ کی ایک کبرائی کا ایک حسین منظر تھا۔ ان کے اوپر دیکھو تو بڑے بڑے درخت اور جڑی بوٹیاں چسپاں تھیں جو کہ سادہ لوح انسانوں کی بیماریوں کے لیے بہترین علاج تھیں۔ وہاں کے اصلی باشندے بہت سادہ لوح انسان ہیں۔ انکا گزر بھیڑ بکریوں پر ہے۔ گرمی میں نقل مکانی کاغان میں کر لیتے ہیں اور سردیوں میں پہاڑ سے اتر کر تقریباً میدانی علاقوں میں آ جاتے ہیں۔ پیدل آتے جاتے ہیں جہاں رات آتی تو پہاڑ کے دامن میں کسی اوٹ پر اپنے ریوڑوں کے ساتھ بکریوں کا دودھ پی کی سو جاتے ہیں۔ اور پھر صبح سویرے اٹھ کر اپنے راستے پر رواں ہو جاتے ہیں۔

خیر اسی طرح ندی کے پاس ہوٹل کی اوپری منزل پر بیٹھے رات کے منظر سے محظوظ ہوتے رہے۔ چاند کا عکس ندی کے بہتے ہوئے پانی پر اٹکھیلیاں کرتا ہوا بہت ہی پیارا منظر تھا۔ مدوجزر کی طرح اچھلتا ہوا پانی چاند کو پکڑ رہا تھا۔ اور چاند پانی کی اچھلتی ہوئی لہروں کے ساتھ کھیلتا تھا۔ بہر حال تھکے ہوئے تھے۔ ندی کے اس شور اور ترنم نے ہمیں لوری دی اور ہم سو گئے۔ صبح نماز پڑھی اور پھر نیچے ندی کے پاس آ گئے۔ اور تقریباً گیارہ بجے ہم نے واپسی کا ارادہ کیا۔ گاڑی میں اسی راستے سے ڈھلوان کی طرف چل پڑے اور سامنے پہاڑوں سے آبشاروں کا دلفریب منظر دیکھتے ہوئے، اللہ کی شان اور اس دلفریب کاریگری کی حمد کرتے ہوئے واپس آ رہے تھے کہ تھوڑی دیر سفر کرنے کے بعد ٹراؤٹ مچھلی کی ہیچری کے تالاب بھی دیکھے۔ جہاں ٹراؤٹ مچھلیاں پائی جاتی ہیں کہ ٹراؤٹ مچھلیاں بہت نازک اور لذیز ہوتی ہیں۔ اس سے آگے سڑک کے میٹھے پانی کے جگہ جگہ چشمے تھے جو کہ پہاڑوں سے نکل رہے تھے۔ انکا بہت ٹھنڈا اور میٹھا پانی تھا۔ جو کہ ہم نے تھرموسوں میں بھرا اور سیر ہو کر خوب پیا اور اپنا سفر جاری رکھا اسی طرح ندی کے ساتھ ساتھ واپس جاتے ہوئے دو بجے دوپہر بالاکوٹ پہنچے اور مانسہرہ ہوتے ہوئے ایبٹ آباد اور ہری پور سے اپنے گھر اسلام آباد پہنچے تو شام ہو چکی تھی۔ بالاکوٹ میں اخروٹ بہت مشہور ہیں۔ بڑے بڑے ہاتھ سے بھی ٹوٹ جاتے ہیں۔ سفر اختتام کو پہنچا اللہ کا شکر ہے۔ وقت خیریت سے گزرا۔ اللہ تعالیٰ کے حسن اور دلفریب کاریگری کو دیکھ کر محسوس تو کیا جا سکتا ہے مگر بیان نہیں کیا جا سکتا۔ اپنے ملک کا یہ ایک دلفریب اور خوشگوار سفر تا زندگی ہمیشہ یاد رہے گا۔ (ٹائپنگ قرۃ العین تالپور)